عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ | ۱۷ تا ۲۳ / ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق یکم تا ۷ / مارچ ۲۰۰۲ء | شمارہ نمبر ۴۱

ختم نبوۃ اسلام کا بنیادی عقیدہ

ایمان کیا ہے؟

شہید ختم نبوت رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں

آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے

توہین رسالت کے قانون اور امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو ختم کرنے کا مطالبہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

تہتر فرقوں میں سے کون حق پر ہے؟

س:..... "موت کا منظر" اور "مرنے کے بعد کیا ہوگا؟" نامی کتاب میں بہ عنوان "امت محمدیہ یہود ونصاریٰ اور فارس وروم کا اتباع کرے گی" کی تفصیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پڑھا، جس میں آپؐ نے فرمایا: "بلاشبہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) مذہبی فرقے ہوگئے تھے اور میری امت کے تہتر (۷۳) مذہبی فرقے ہوں گے جو ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ (جنتی) کون سا ہوگا؟ ارشاد فرمایا: "(جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔" میرا تعلق مسلک اہل سنت والجماعت سے ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دور حاضر میں کون سا مذہبی فرقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صحیح ہے؟

ج:..... اس سوال کا جواب تو خود اسی حدیث میں موجود ہے یعنی "ما انا علیہ و اصحابی"۔ پس یہ دیکھ لیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریقہ پر کون ہے؟

۷۲ ناری فرقوں کے نیک اعمال کا انجام

س: کئی علماً سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: قیامت تک مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوں گے، جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا، جبکہ باقی فرقے دوزخ میں داخل ہوں گے، تو اس حدیث کے متعلق مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اب جبکہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں مسلمانوں کے کئی فرقے بن گئے ہیں اور نہ جانے اور کتنے فرقے ابھی بنیں گے تو کیا ان سب فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا؟ نیز اس ایک فرقے کے علاوہ دیگر فرقے جو نیک کام کرتے ہیں کیا ان فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کو ان کے نیک کاموں کا اجر ملے گا؟ اگر ایک کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے تو وہ دوزخ سے کبھی نکل بھی سکیں گے یا نہیں؟

ج:..... آپ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے، اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

اول:..... جس طرح آدمی غلط اعمال (زنا، چوری وغیرہ) کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بنتا ہے، اسی طرح غلط عقائد ونظریات کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بھی بنتا ہے۔ اس حدیث میں ایک فرقہ ناجیہ کا ذکر ہے جو صحیح عقائد ونظریات کی وجہ سے جنت کا مستحق ہے اور ۷۲ دوزخی فرقوں کا ذکر ہے، جو غلط عقائد و نظریات رکھنے کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

دوم:..... کفر وشرک کی سزا تو دائمی جہنم ہے، کافر و مشرک کی بخشش نہیں ہوگی اور کفر وشرک سے کم درجے کے جتنے گناہ ہیں، خواہ ان کا تعلق عقیدہ ونظریہ سے ہو یا اعمال سے، ان کی سزا دائمی جہنم نہیں بلکہ کسی نہ کسی وقت ان کی بخشش ہو جائے گی، خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے بغیر سزا کے انہیں معاف فرمادیں، یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد ان کی معافی ہو جائے۔

سوم:..... غلط نظریات وعقائد کو بدعات واہواء کہا جاتا ہے اور ان کی دو قسمیں ہیں، بعض تو حد کفر کو پہنچتی ہیں۔ جو لوگ ایسی بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں وہ تو کفار کے زمرہ میں شامل ہیں اور بخشش سے محروم، اور بعض بدعات حد کفر کو نہیں پہنچتیں، جو لوگ اس دوسری قسم کی بدعات میں مبتلا ہوں وہ گناہ گار مسلمان ہیں، اور ان کا حکم وہی ہے جو گناہ گاروں کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، خواہ اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے بغیر سزا کے انہیں معاف فرمادیں یا سزا کے بعد ان کی بخشش ہو جائے۔

ان تینوں مقدمات کو سامنے رکھتے ہوئے ان ۷۲ فرقوں میں سے ہر ایک کے ناری ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو فرقے بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں ان کے لئے دائمی جہنم ہے، اور ان کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں، اور جو فرقے ایسی بدعات میں مبتلا ہوں گے جو کفر تو نہیں مگر فسق اور گناہ ہیں، ان کے نیک اعمال پر ان کو اجر بھی ملے گا، اور فرقہ ناجیہ کے جو افراد عملی گناہوں میں مبتلا ہوں گے، ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا، خواہ شروع ہی سے رحمت کا معاملہ ہو یا بدعملیوں کی سزا کے بعد رہائی ہو جائے۔

مسلمان اور کمیونسٹ

س:..... ایک صاحب نے کچھ عرصہ قبل ایک اخبار میں لکھا تھا کہ خدانخواستہ ایک مسلمان، کمیونسٹ بھی ہوسکتا ہے؟ مجھے یہ پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور کمیونزم اسلام سے الگ عقیدہ اور ضابطہ حیات ہے، اور کمیونزم کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ آیا کوئی شخص بیک وقت مسلمان اور کمیونسٹ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج:..... مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے کہ اسلام اور کمیونزم دو الگ الگ نظام ہیں، اس لئے کوئی مسلمان، کمیونسٹ نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی کمیونسٹ، مسلمان رہ سکتا ہے۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ ۱۷ تا ۲۳/ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق یکم تا ۷/مارچ ۲۰۰۲ء شمارہ ۴۱

☆ بیاد ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک ارسال کریں بنام ہفت روزہ ختم نبوت الائیڈ بینک باب رحمت جناح روڈ اکاؤنٹ: 300487-9 کراچی (پاکستان) ارسال کریں

اس شمارے میں

توہین رسالت کے قانون اور امتناع قادیانیت آرڈی ننس کو ختم کرنے کا مطالبہ .... (اداریہ) 4
ایمان کیا ہے؟ .... (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر) 6
ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ .... (حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی) 11
آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے .... (مولانا محمد نذر عثمانی) 13
شہید ختم نبوتؒ کی یادیں .... (مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر) 16
قادیانیوں کے بارے میں دستاویزی ثبوت .... (مولانا عبدالرحیم اشعر) 18
مساجد کے فضائل و آداب .... (محمد صدیق عباسی) 21
ماں کا حق .... (جناب کمال الدین) 23
وطن دوستی .... (مولانا محمد طاسین) 24

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ادار یہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توہینِ رسالت کے قانون اور امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کو ختم کرنے کا مطالبہ

امریکی ایوان نمائندگان میں ۱۴/فروری ۲۰۰۲ء کو ایک قرارداد متعارف کرائی گئی جس کے تحت پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کے قانون اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی قانونی دفعات کو ختم کردے۔ یہ مطالبہ پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کے امریکی دورے کے موقع پر سامنے آیا۔ امریکی ایوان نمائندگان نے اس قرارداد کو کمیٹی برائے عالمی تعلقات کے سپرد کردیا ہے۔ اس مطالبہ کے حوالہ سے معاصر انگریزی روزنامے ”دی نیوز“ نے اپنے نمائندے کے حوالے سے ۱۸/فروری ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر جو خبر شائع کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

”امریکہ چاہتا ہے کہ احمدی مخالف قوانین اور توہین رسالت کا قانون ختم کیا جائے

امریکی ایوان نمائندگان میں ایک قرارداد پیش کی گئی ہے جس میں پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ توہین رسالت کا قانون اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قانونی دفعات ختم کرے۔ یہ قرارداد ۱۴/فروری کو پیش کی گئی جب صدر جنرل پرویز مشرف امریکہ کے دورے پر تھے' قرارداد کے مطابق انسانی حقوق کی عالمی قرارداد کے آرٹیکل ۱۸ کے تحت ہر فرد کو اپنے مذہب اور تاثرات پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے جبکہ اسے اپنے اعتقاد اور عقائد سمیت مذہب تبدیل کرنے کا بھی حق ہے' اور وہ اس کے مطابق اپنے عقائد کا پرچار بھی کرسکتا ہے اور اس پر عمل بھی کرسکتا ہے' قرارداد میں کہا گیا کہ جنرل پرویز مشرف تحمل پسند' بردباری اور جدید اسلام سے متعلق اپنے تصورات کو عملی جامعہ پہناتے ہوئے توہین رسالت کے قانون کو واپس لیں' قرارداد میں زور دیا گیا کہ مارشل لا آرڈی نینس XX آف ۱۹۸۴ء کو بھی ختم کیا جائے' جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا' اور توہین رسالت کے قانون اور اس آرڈی نینس کے تحت قید افراد کو رہا کیا جائے' قرارداد میں اس پر بھی زور دیا گیا کہ صدر آئین کی آٹھویں ترمیم جو احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتی ہے اسے بھی ختم کریں' قرارداد اس بات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ پاسپورٹ کی درخواست پر سے مذہب کی شناخت کو ختم کیا جائے۔“

اس سے اگلے روز ۱۹/فروری ۲۰۰۲ء کو اسی اخبار نے پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان کے حوالے سے صفحہ اوّل پر جو خبر شائع کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

”مشرف حکومت کا کہنا ہے کہ اس کا توہین رسالت کے قانون یا آئین میں تبدیلی کرکے احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں' حکومت کے ایک سینئر ترجمان نے پیر کو دی نیوز کو بتایا کہ یہ طے شدہ معاملات ہیں جن کو حکومت از سر نو کھولنا نہیں چاہتی' ترجمان سے پوچھا گیا کہ کیا حکومت احمدیوں کے بارے میں دفعات اور توہین رسالت کے قوانین کو ختم کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کا سوچ رہی ہے؟ تو ترجمان نے کہا کہ پاکستان میں ان حساس معاملات پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے گو کہ اسلام آباد مسلسل توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی آئینی دفعات کے حوالے سے دباؤ کا سامنا کررہا ہے' ترجمان نے کہا کہ ان معاملات کی حساسیت سے قطع نظر سپریم کورٹ آف پاکستان نے حکومت کو آئین کی بنیادی ہیئت میں تبدیلی سے روک دیا ہے' صدر مشرف نے بارہا کہا ہے کہ حکومت پاکستان کے آئین کے حساس معاملات کو نہیں چھیڑے گی۔ صدر نے ایک سال قبل توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمات کے اندراج میں طریقہ کار کی تبدیلی کا عندیہ دیا تھا تاکہ اس قانون کو غلط استعمال نہ کیا جاسکے لیکن حکومت کو مذہبی گروپوں اور جماعتوں کی جانب سے ملک میں سخت ردعمل کے بعد اس کو ترک کردینا پڑا۔ دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے صحافیوں کو عام بریفنگ کے دوران بتایا کہ امریکی ایوان نمائندگان کی قرارداد پر کوئی ایکشن زیر غور نہیں۔“

توہین رسالت کے قانون اور قادیانی مخالف قوانین کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے ہمیں تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنا پڑے گا اور علمائے اسلام اور مورخین سے یہ دریافت کرنا پڑے گا کہ اسلام میں ان قوانین کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ اور ماضی میں اس حوالے سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے دور سے امت کا تعامل کیا چلا آرہا ہے؟ جب ہم تاریخ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنا شروع کردیا۔ آپ کی شان میں گستاخیاں کرنا تو ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا' حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرکے آنا پڑا۔ مدینہ منورہ میں یہود کا خاصا اثر تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود کی برکت سے مدینہ طیبہ میں اسلام کی

اشاعت بڑھ گئی اور لوگ جوق در جوق اسلام لانے لگے تو ان کی رگ شرارت پھڑکی اور ان میں کے بعض افراد نے بھی نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہود بھی نبی خاتم کے آنے کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس نبی خاتم کا ظہور بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسمٰعیل میں ہوا ہے تو وہ جذبہ عصبیت سے مغلوب ہو کر اس نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ان کی شان میں گستاخی پر اتر آئے۔ توہین رسالت کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کے تدارک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کعب بن اشرف' ابورافع' عقبہ بن ابی معیط سمیت متعدد گستاخان رسول کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی افراد بھی توہین رسالت کے جرم میں دور رسالت میں صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ان دس' پندرہ افراد کے جو توہین رسالت کے جرم کے مرتکب ہو چکے تھے' باقی تمام افراد کو عام معافی دے دی' جبکہ ان دس' پندرہ افراد کے بارے میں آپؐ نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے خواہ وہ غلاف کعبہ میں چھپے ہوئے ہوں' جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توہین رسالت کے جرم کے مرتکب کو کسی صورت امن نہیں مل سکتا' حتیٰ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اس جرم کے مرتکب افراد کو قتل کرنے کے احکامات جاری فرمائے' لہٰذا توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم یا اس قانون کو ختم کرنا یا واپس لینا اسلامی احکامات کی صریح خلاف ورزی ہوگا۔

جہاں تک قادیانیوں کے حوالے سے قانونی دفعات امتناع قادیانیت آرڈی نینس آئین میں آٹھویں ترمیم وغیرہ کا تعلق ہے' اس کے لئے ہم صرف یہ بتا دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی نبوت کو کافر قرار دیا اور خود مدعی نبوت کے قتل کے احکامات جاری فرمائے' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت فیروز دیلمیؓ نے مدعی نبوت اسود عنسی کو واصل جہنم کیا۔ آپؐ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب' طلیحہ' سجاح اور ان کے پیروکاروں کے خلاف جہاد کیا اور ان کا قلع قمع کیا' اور کسی قیمت پر ان سے صلح کرنا منظور نہ کیا اور نہ ہی ان کے ساتھ کسی قسم کی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا' قادیانیوں نے اسے نبی' مسیح' ملہم' مجدد' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز اور نہ معلوم کیا کیا مان لیا' اور جو لوگ مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت پر ایمان نہ لائے انہیں خود مرزا اور اس کی ذریت نے کافر' ولد الزنا جیسی غلیظ اور مکروہ گالیوں سے نوازا۔ انبیاء کرام بھی مرزا غلام احمد کی بدزبانی سے محفوظ نہ رہ سکے' جس کی ایک ادنیٰ مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیاں ہیں' جنہیں پڑھنے کے بعد ہر ذی ہوش انسان ایسے بدکردار اور بدبخت شخص کے وجود کو خدا کی دھرتی پر بوجھ سمجھتا ہے۔ خدا لگتی کہیے کہ ایسے افراد کے خلاف توہین رسالت کا قانون اور نبوت کے جھوٹے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی ترامیم انصاف پر مبنی نہیں تو اور کیا ہیں؟ خصوصاً جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ' ائمہ دین' مجتہدین' محدثین اور علمائے امت میں ان مسائل پر کسی قسم کا کوئی اختلاف نظر نہیں آتا اور وہ گستاخ رسول کے قتل اور مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے کفر پر متفق ہیں۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان دونوں مسائل میں امت مسلمہ کا وہی عقیدہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور توہین رسالت کے مجرم اور مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے خلاف امت آج بھی وہی فتویٰ دیتی اور اس پر عمل کرتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد کے بارے میں دیا تھا اور اپنے صحابہ کے ذریعہ سے جس پر عمل کروایا تھا۔ ہماری اس بارے میں یہ رائے ہے کہ حکومت کو ہر قیمت پر ان دونوں قوانین سمیت تمام اسلامی قوانین کا دفاع کرنا چاہئے اور اس حوالے سے کسی قسم کے بیرونی دباؤ کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے! یہ دباؤ انہی ممالک کی طرف سے ڈالا جا رہا ہے جن میں شائع ہونے والے رسالے کی ۱۱/فروری ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی تصویر چھاپنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے جس کا قرض اتارنا ابھی باقی ہے۔ اگر آج آپ نے ان کے دباؤ کو قبول کر لیا تو کل یہ آپ کے دین اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تضحیک کا کھلا نشانہ بنانے سے بھی نہیں چوکیں گے۔ اس لئے اپنے عقائد کے تحفظ اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے جم جائیے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور ان کی رسالت کے متوازی قادیانی رسالت کا سکہ چلانے کی کوششوں کا کھل کر مقابلہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اس مشن میں ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی کا سانحہ ارتحال

ممتاز عالم دین' دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ' حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید' دارالعلوم کراچی کے سابق شیخ الحدیث' شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کے خلیفہ مجاز' ممتاز مجاہد تنظیموں کے سرپرست' دارالافتاء والارشاد کے رئیس حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ۱۹/فروری ۲۰۰۲ء بروز منگل کو اسی سال کی عمر میں انتقال فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی صاحب نے علوم حدیث کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی جہاں انہوں نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ' حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ' حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ایسے اپنے وقت کے ممتاز ترین اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مفتی صاحب پاکستان تشریف لائے اور دارالعلوم کراچی سے وابستہ ہو گئے' جہاں آپ نے صحیح بخاری کا درس بھی دیا۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے صحیح بخاری آپ ہی سے پڑھی ہے۔ حضرت مفتی رشید احمدؒ اپنے تفقہ کی وجہ سے اندرون و بیرون ملک مشہور تھے۔ ان کی وفات ایک فرد کا نقصان نہیں بلکہ امت مسلمہ کا نقصان ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ' نائب امیر حضرت سید نفیس شاہ مدظلہ' ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی اور جماعت کے تمام کارکنان مفتی صاحب کے عزیز و اقارب اور متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ایمان کیا ہے؟

مکمل قلبی اطمینان اور صحیح عالمگیر اخوت اور یگانگت بغیر خالص ایمان کے ہرگز متصور نہیں ہو سکتی' کیونکہ ایمانی اخوت سے وحدت خلق کا عالمگیر نظام کا تصور فوراً سامنے آ جاتا ہے مذہبی اور روحانی ارتقاء کا آخری اور انتہائی مقام سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمام اقوام وممالک میں ایمان خالص کی تبلیغ اور تکمیل ہو جس کی بدولت عالم انسانیت اپنی فلاح ومراد کو پہنچے اور ہر فرد باوجود اختلاف الوان وطبائع کے دنیا و آخرت کی کامرانی اور شادمانی سے بہرہ ور ہو اور چونکہ نجات آخروی دنیوی اصلاح سے زیادہ قیمتی مقصد اور اعلیٰ غرض ہے اس لئے ایمان کا بنیادی عقیدہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ کی دائمی خوشنودی اور ابدی رضا جوئی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی پر نجات اخروی موقوف ہے' ایک نہایت اعلیٰ ترین نصب العین اور فلاح دارین کے حصول کا واحد اور بے مثال ذریعہ ہے کفر و جہالت انسان کو دین و دنیا میں ہر طرح ناکام و نامراد رکھنے والی منحوس ترین چیز ہے اور بغیر ایمان کے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اس کو درجہ قبولیت کا کوئی ادنیٰ سا حصہ بھی حاصل ہو سکتا ہے بھلا سوچئے کہ جس درخت کی جڑ ہی سوکھ گئی ہو اس کے پتوں پر پانی چھڑکنا خود پانی کو ضائع کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ بغیر ایمان کے اعمال صالحہ راکھ کا ایک بے وزن ڈھیر ہے جس کو کفر و شرک کی تند اور تیز آندھی آنِ واحد میں اڑا کر بالکل نیست و نابود کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ترجمہ: ''جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے' ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے وہ راکھ کہ اس پر زور سے آندھی کے دن ہوا چلے اپنی کمائی میں سے ان کے ہاتھ کچھ نہ ہوگا' یہی ہے کہ بہک کر دور جا پڑنا۔'' (سورۂ ابراہیم)

یہ ایک بالکل کھلی حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں بجائے ایمان کے کفر و شرک پھیلایا اور اس مہربان اور رحمٰن خدا سے بندوں کا تعلق قطع کر کے مخلوق کو خدائی صفات کا حامل بتایا تو انہوں نے پیاسوں کو سراب کی طرف دوڑایا اور شرف انسانیت کو بدنما دھبہ لگایا اور جس شخص نے غیر خدا کی عبادت اور بندگی کی اور دوسروں کو اس کی دعوت دی تو اس نے

مولانا محمد سرفراز خان صفدر

اپنی ساری محنت ضائع کر دی اور اپنے تمام اعمال کو اکارت کر دیا۔

اور یہ بالکل ایک نمایاں حقیقت ہے کہ کافر و مشرک بڑا ہی بے وقوف اور لایعقل ہوتا ہے کیونکہ وہ انسانیت کے بلند مقام سے تنزل کر کے چوپایوں بلکہ ان سے بھی زیادہ ذلیل مقام پر پہنچ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اس سے برا اور شریر اور کوئی نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ:

ترجمہ: ''وہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں'' (سورۂ البینہ)

اور جو لوگ سب سے زیادہ خالص ایمان پر قائم ہو کر دعوت ایمان پر زور دیتے ہیں اور کفر و شرک کو سب سے بڑا ناقابل مغفرت گناہ یقین کرتے اور بتاتے ہیں تو وہ یقیناً مخلوق خدا کے سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں اور ایسے ہی حضرات کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ:

ترجمہ: ''وہ لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔'' (سورۂ البینہ)

لہٰذا سب سے اہم کام ضروری تبلیغ اور نفع رساں عمل دعوت ایمان ہے' کیونکہ کفر و شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے جس کے سبب ابدی طور پر انسان جنت کی دائمی راحت سے محروم ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمت سے محجوب رہتا ہے اور کسی وقت بھی اس کی مغفرت کی توقع نہیں کی جا سکتی:

ترجمہ: ''بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔'' (سورۂ النساء)

مگر افسوس کہ بہت کم لوگوں کو اس کا خیال ہے کہ صرف ایک ہی رب کی عبادت کر کے مقصد تخلیق کو سمجھیں اور ایمان کی جڑ کو مضبوط کریں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر نگاہ جمائے رکھیں۔

ترجمہ: ''اور میں نے نہیں پیدا کئے جن اور انسان مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

کاش کہ اس مقصد وحید کی طرف بھی التفات اور توجہ ہو جائے جس کے لئے ہم دنیا میں پیدا کئے گئے ہیں' اگرچہ کچھ بندگان خدا اس عظیم مقصد کے سمجھنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں مگر غافلوں کی بھی کوئی

کی نہیں ہے بقول شاعر

کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفتہ
اس کا جو دیکھئے تو بہت کم خیال ہے

ایمان کی سب سے پہلی اور بنیادی کڑی "ایمان باللہ" ہے' اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات' اس کی صفات اور اس کے افعال میں ہر حیثیت اور ہر لحاظ سے وحدہ لاشریک لہ سمجھا اور یقین کیا جائے کہ وہ "ودود" ہے مگر نہ ایسا جس طرح دوست دوست سے دوستی اور محبت کرتا ہے۔ وہ "حنان" ہے لیکن نہ اس طرح جیسے ماں اولاد سے شفقت کرتی ہے وہ "رؤف ورحیم" ہے' پر نہ یوں جیسا کہ باپ اپنے بیٹوں سے رحمت ورافت کرتا ہے' وہ ان تمام تشبیہات و استعارات سے بالکل پاک' قطعاً مبرا' اور یقیناً منزہ ہے اس جیسا کوئی نہیں' وہ ماں اور باپ سے بیوی اور اولاد' کھانے اور پینے' سونے اور اونگھنے سے فنا اور زوال اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے' نہ حضرت عزیر علیہ السلام اس کے فرزند ہیں اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں اور نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور نہ احبار و رہبان یعنی مولوی اور پیر اس کے بیٹے ہیں' وہ اپنی تمام صفات میں بے مثل ہے وہی "عالم الغیب والشہادہ" ہے اور وہی "السمیع البصیر" ہے اور وہی اپنے تمام کمالات میں منفرد ہے اور وہی "مدبر امر" ہے اور وہی کارخانہ عالم میں متصرف ہے۔ الغرض معبود حقیقی تمام کمالات و اوصاف سے متصف اور تمام عیوب ونقائص سے مبرا اور ہر قسم کی حاجات سے پاک ہے۔ ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور وہ الصمد ہے اور اگر کوئی عاصی و گناہگار فطرت صحیحہ کو کھو نہ چکا ہو تو ضرور اس کا متلاشی رہتا ہے کہ خالق کائنات کے ساتھ اس کا رابطہ و تعلق قوی سے قوی تر ہو جائے اور اس کو مالک حقیقی کی رضا نصیب ہو اور وہ اپنی فانی اور ناپائیدار زندگی کی رفتار صراط مستقیم پر جاری رکھ کر تقرب الٰہی اور رضائے حق تک پہنچنے میں فائز المرام ہو سکے اور رحمت خداوندی تو یہ گارنٹی دیتی ہے کہ گناہ گاروں کو مایوسی سے ہمکنار نہیں ہونا چاہئے' کیونکہ:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

ہم جب کسی مصنوع کو دیکھتے ہیں یا کسی ثقہ اور معتبر کی زبانی کسی محیر العقول صنعت کے بننے کا اتفاق ہوتا ہے تو اسے دیکھ اور سن کر نہ صرف یہ کہ ہمیں محض اس سے اس کے صانع کا علم اور یقین حاصل ہو جاتا ہے بلکہ اس سے صانع کا مرتبہ جلالت شان اور اس کی حکمت اور کمال کا علم بھی ساتھ ہی ہو جاتا ہے' ہم جب بھی کسی اعلیٰ نفیس اور عمدہ صنعت کو دیکھتے ہیں تو اس کو دیکھنے کے ساتھ ہی ہم پورے یقین اور وثوق کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کا صانع اور کاریگر اعلیٰ شان اور حکمت وفضیلت کا مالک ہے اور ہمیں ادنیٰ اور گھٹیا درجہ کی صنعت سے ادنیٰ درجہ کے صانع اور کاریگر کا پتہ چلتا ہے' کوئی مصنوع چیز دنیا میں ایسی نہیں بتائی جاسکتی' جس کے متعلق کوئی عقلمند اور دانا یہ تصور کر سکے کہ یہ از خود یا بلا واسطہ بن گئی ہے۔

کوئی کارخانہ بغیر انجینئر کے' کوئی جہاز اور گاڑی' کوئی بس اور موٹر بغیر چلانے والے ڈرائیور کے اور کوئی طیارہ بغیر پائیلٹ کے ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں چل سکتا' اور اگر کوئی طیارہ وغیرہ بجلی اور ایٹم کی طاقت سے چلتا ہے تب بھی یہ یقینی امر ہے کہ اس کو بایں وضع وترکیب بنانے اور جوڑنے والا بھی ضرور کوئی ہے' اور ہر عقلمند آدمی یہ جانتا ہے کہ یہ حیرت انگیز اور تعجب خیز کرشمہ از خود ہی نہیں تیار ہو گیا' ایک معمولی دکان بغیر دکاندار کے نہیں چل سکتی اور ایک ادنیٰ مکان بلکہ کٹیا اور جھونپڑی بھی از خود نہیں کھڑی ہو سکتی تو پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ زمین وآسمان اور عالم علوی وسفلی کا یہ اعلیٰ واکمل اور بہترین نظم ونسق از خود بن اور چل رہا ہے' اور کس طرح یہ مان لیا جائے کہ یہ وسیع و محکم اور منظم کارخانہ بغیر کسی صانع حکیم کے چل رہا ہے یا اس کے بنانے میں کوئی معتد بہ غرض اور مقصد پنہاں نہیں' یہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ دنیا کی اس عظیم الشان مشین کے بنانے اور چلانے والا اس کے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب اور سلیقہ سے جوڑنے والا ہزاروں برس سے اس کی حفاظت ونگرانی کرنے والا کوئی نہیں؟ اور اس کا کیسے یقین کر لیا جائے کہ سورج و چاند' ثوابت وسیارات کا یہ حیرت انگیز انقلاب لیل و نہار صیف وشتاء اور موسم ربیع وخریف کا یہ نمایاں تغیر و تبدل زبردست حکیم وقدیر اور صانع وعلیم کی کارسازی سے مستغنی ہے اور یہ محکم اور اٹل نظام اور یہ تصرفات و تقلبات عظیمہ قادر مطلق کے دست قدرت سے بے پرواہ ہیں اور کون ذی شعور اس باطل اور بے بنیاد نظریہ سے متفق ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ محض اتفاق اور بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے ظہور پذیر ہوا ہے؟ اس دنیا میں بار ہا دیکھنے اور سننے میں آتا ہے کہ جہاز' جہاز سے' گاڑی' گاڑی سے' بس' بس سے موٹر' موٹر سے اور ٹرک' ٹرک سے بلکہ تانگہ' تانگے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے اور کئی قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں' ستاروں کی نسبت ان کی تعداد اور گنتی کیا ہے؟ برائے نام اور محض صفر بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ چند ذرے ہیں اور وہ پہاڑ ہیں' یہ گنتی کے محصور قطرے ہیں اور وہ ناپیدا کنار سمندر' یہ معدودے چند نقطے ہیں اور

دو پورا جسم‘ بے شمار کے چند افراد ہیں اور وہ غیر محدود ملت وانجمن‘ مگر باوجود اتنے بڑے حجم اور وزن کے کوئی سیارہ مشرق سے مغرب کی سمت بڑی سرعت اور تیزی سے جارہا ہے اور کوئی مغرب سے مشرق کی جانب سیاحت کررہے ہیں۔۔۔۔۔ آج تک کسی سیارے کی دوسرے سیارے کے ساتھ ٹکر نہیں ہوئی اور نہ نظام کواکب میں تباہی و بربادی کا یہ سلسلہ توڑ پھوڑ کا یہ ہنگامہ ہو پیدا ہوا ہے‘ یہ کب مسلم ہو سکتا ہے کہ ہزارہا برس سے یہ مضبوط و محکم اور اٹل نظام شمسی و قمری لیلی ونہاری اور ارض وسماوی بغیر کسی چلانے والے کے ٹھیک نظام پر چل رہا ہے۔

کیا یہ سب کچھ بے کار و بے فائدہ ہے اور اس کی کوئی غرض و غایت ہی نہیں‘ کیا ان میں ایک ایک چیز بزبان حال پکار پکار کر یہ نہیں کہہ رہی کہ: ”اے ہمارے پروردگار! تو نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی“ دور جانے کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں‘ خود ہمارا ایک ایک عضو اور ایک ایک جوڑ اپنے اندر لاتعداد حکمتیں اور بے شمار مصلحتیں رکھتا ہے‘ اس چھوٹے سے وجود کے اندر کتنی اور کیسی قوتیں اور طاقتیں ہیں‘ کسی قوت سے ہم سمجھتے ہیں کسی سے بولتے ہیں‘ کسی سے سنتے ہیں اور کسی سے دیکھتے ہیں‘ کسی سے چلتے ہیں اور کسی سے پکڑتے ہیں‘ کوئی قوت ماسکہ ہے اور کوئی قوت ہاضمہ ہے‘ کوئی عروق و عضلات میں خون پہنچارہی ہے اور کوئی فضلات خارج کررہی ہے‘ کوئی خون اور چربی بنارہی ہے اور کوئی پیشاب و غلاظت تیار کررہی ہے‘ اگر کوئی سمجھنا اور تسلیم کرنا چاہے تو اس کے لئے خود اس کے وجود ہی میں اس کے لئے عبرت وموعظت کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔ لہذا ہم اس اقرار کے لئے مجبور ہیں کہ ہم ضرور کسی بڑے صانع‘ کسی بڑے کاریگر اور کسی بڑے حکیم کی صنعت اور حکمت کا نتیجہ ہیں اور یہ اقرار و یقین صرف ہمارے ہی وجود تک محدود نہیں بلکہ اس دنیا کی ایک ایک چیز پکار پکار کر صاف اس بات کا ثبوت پیش کررہی ہے کہ قدیم ہی سے کوئی عظیم وقدیر اور بلند و بالا ہستی ضرور ایسی موجود ہے جو ہم سب کی خالق‘ سب کی حاجت روا سب کی فریاد رس اور سب کی آمر و حافظ اور صاحب قدرت وحکمت ہے جس نے اپنے علم و قدرت سے اس کائنات کو نیست سے ہست اور نابود سے بود کیا ہے اور زمین کا ایک ایک ذرہ اور ایک ایک تنکا بزبان حال اس کی شہادت دیتا ہے۔

الغرض زمین وآسمان میں صرف وہی ایک خدا‘ ایک خالق اور یک ہی مالک و متصرف ہے اور وہی باقی وحق ہے اس کے سوا تمام اشیاء فانی اور زوال پذیر ہیں۔ اس کی ذات اپنی ازلیت میں سب سے اول اور اپنی ابدیت میں سب سے آخر ہے اور ظہور صفات میں سب سے روشن تر اور نمایاں اور خفائے ذات میں سب سے پوشیدہ تر ہے۔

ترجمہ: ”وہی اول‘ وہی آخر‘ وہی ظاہر‘ وہی باطن ہے۔“ (الحدید)

الغرض عقلی طور پر ہر صحیح المزاج انسان کی فطرت میں یہ میلان و رجحان پایا جاتا ہے کہ ایک نادیدہ ہستی ایسی ضرور ہے جس کی طرف لازماً رغبت کی جاتی اور کی جاسکتی ہے۔ رغبت بھی ایسی کہ تمام رغبتوں سے فائق اور اسی سے خوف اور ڈر بھی ضروری ہے خوف ایسا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی ایسی مہیب و خوفناک نہیں‘ ہم اگر چہ اسے اس دنیا میں عیاناً دیکھ نہیں سکتے لیکن اس کی قدرت کے جتنے علائم اور نشانات ہم دیکھتے ہیں ان میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے‘ جس کی نفی پر ہزار حجتیں اور لاکھ دلیلیں بھی بالکل بے کار ہیں‘ یہ الگ بات ہے کہ اس کا بیان حقیقت ہمارے دائرۂ اختیار سے بالکل باہر ہے۔

دل میں تو آتا ہے‘ سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت عامہ کا بنیادی عقیدہ جاہل و عالم عامی و عارف ہر شخص کے دل پر کم وبیش قبضہ جمائے ہوئے ہے اور کسی زمانہ میں دنیا کا کوئی حصہ اور خطہ ایسا نہیں بتلایا جاسکتا جس میں حق پرست لوگ اس عقیدہ اور یقین سے بے بہرہ رہے ہوں‘ تمام عقائد حقہ اور مذاہب سماویہ کی خوشنما اور دلکش عمارت کا سنگ بنیاد ہی خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی ربوبیت عامہ کی اعتقاد پر قائم ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور کتب سماویہ کا نزول وحی و الہام اور عقل سلیم سب اسی اجمال کی تشریح و تبیین ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کا یقین محکم اگر محض منطقیانہ استدلال واحتجاج پر منحصر ہوتا تو جاہل قوموں میں ہرگز یہ نہ پایا جاتا بلکہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی مراتب میں بھی اس کا کہیں وجود نہ ہوتا۔ حالانکہ واقعیت بالکل اس کے خلاف ہے اور جہلاء کے دلوں میں جس وثوق و اطمینان کے ساتھ ہستی باری تعالیٰ کا یہ محکم عقیدہ اور یقین موجود رہتا ہے‘ وہ بسا اوقات علماً اور فضلاء کے لئے بھی قابل صد رشک ہوتا ہے اس لئے حتماً اور یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ یہ تخم رشد و ہدایت جو تمام آسمانی تعلیمات کا مبداء اور منتہیٰ اور تمام ہدایات ربانیہ کا وجود مجمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عہد ازل ہی میں بطور میثاق عام پوری فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا ہے تاکہ ہر آدمی وحی الہام اور عقل وفہم کی آبیاری سے اس تخم کو شجرۂ ایمان کی مضبوط

جڑوں اور اعمال صالحہ کے مستقیم تنوں اور معاملات کی نازک اور لچکدار ٹہنیوں اور اخلاق و مکارم کے دلآویز اور خوشنما پتوں اور رضائے ایزدی کے لذیذ اور شیریں ثمرات تک پہنچا سکے۔ اگر وجود باری تعالیٰ کا یقین اور عقیدہ محض عقل و نظر اور اکتساب و استدلال پر ہی موقوف ہوتا تو اکثر انسان اس پر متفق و متحد نہ ہو سکتے' کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ اکثر فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیں اور بحث و مباحثہ کی موشگافیاں اتفاق و یکجہتی کے بجائے اختلاف آراء اور تشتت افکار ہی پر منتج ہوتی ہیں اس لئے تکوینی طور پر یہ نہایت ہی ضروری تھا کہ فطرت انسانی میں دیگر فطری خواہشوں کی طرح یہ یقین اور عقیدہ بھی ازل ہی سے ودیعت رکھا جاتا' تاکہ اس عالم میں ہر متلاشی حق اور منصف مزاج شخص اس سے بہرہ ور ہو سکتا اور ربوبیت اور الوہیت کا یہ دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ایک معما اور چیستان بن کر ہی نہ رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صحیح المزاج آدمی جس کو عقلی اور روحانی تندرستی حاصل رہی ہے' اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہا ہے۔ باقی رہے وہ افراد جو کسی عقلی اور روحانی بیماری سے متاثر ہیں۔ ان کی بات ہی الگ ہے ایسا ہی ایک ملحد یہ کہتا ہے کہ:

"میں خدا کا بالکل منکر ہوں' خدا کا خیال جہالت' خوف اور قوانین فطرت کی عام ناواقفی سے پیدا ہوتا ہے۔"
(العیاذ باللہ) (ورائٹیز آف ریلیجس ایکسپیرینس لیکچر ۲ ص ۳۲ مطبوعہ ۱۹۰۲ء منقول از پروفیسر اسٹاربک)

مگر ان جیسے احمقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صفراوی بخار وغیرہ کا مریض میٹھی لذیذ اور خوشگوار دواؤں اور غذاؤں کو تلخ اور بدمزہ بتانے لگے۔ ایسے لوگ انجام کار تندرست دنیا کے سامنے بلکہ مناسب وقت آنے پر خود اپنی ہی نظر میں بالکل دروغ گو اور قطعاً جھوٹے ثابت ہوتے ہیں یا جیسے کوئی بھینگا ہو تو اسے ایک چیز کی دو نظر آتی ہیں کیونکہ اس کی آنکھوں کی ساخت ہی ٹیڑھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی روحانی بھینگوں کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آتے ہیں ایسے ملحدین کی بات ہی جدا ہے اس ازلی عہد و میثاق کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیش فرمایا ہے:

"اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار بولے کیوں نہیں؟ ہم اقرار کرتے ہیں (یہ اقرار ہم نے اس لئے لیا) تاکہ تم یہ نہ کہنے لگو قیامت کے دن کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی کہ ہمارا بھی کوئی رب اور حاکم ہے اور ہم اس کے احکام کے پابند ہیں۔" (اعراف)

یہ عمومی اور مثالی میثاق جو عہد ازل میں اللہ تعالیٰ نے لیا تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایت کے مضمون کے مطابق:

"نعمان کے مقام پر (جو میدان عرفات کے قریب ایک جگہ ہے) لیا گیا تھا اور سب کو باری تعالیٰ نے چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی مانند اپنے سامنے کھڑا کرکے الست بربکم سے سوال کیا تھا اور سب نے یک زبان ہو کر "بلیٰ" سے جواب دیا تھا۔"
(مسند احمد و مشکوٰۃ ج اول ص ۲۴)

اور حضرت ابی بن کعبؓ کی موقوف روایت (جو حکماً مرفوع ہے) کے الفاظ کے پیش نظر جب سب نے بلیٰ کہا تو رب العزت نے فرمایا کہ: میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں اور خود تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو گواہ بناتا ہوں تاکہ:

"تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ دو کہ ہمیں تیری ربوبیت اور الوہیت کا کوئی علم نہ تھا سو اچھی طرح جان لو کہ نہ تو میرے سوا کوئی حاجت روا ہے اور نہ کوئی تربیت کرنے والا ہے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا' میں تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد کرائیں گے اور میں تمہارے اوپر کتاب نازل کروں گا' سب نے کہا ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور الٰہ ہے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ نہ تو تیرے بغیر ہمارا کوئی رب ہے اور نہ کوئی الٰہ ہے۔"
(مسند احمد' مشکوٰۃ)

اس عہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا ہے نہ کہ اب ہونے کا اور واضح الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ وہ رب العلمین ہے' ابوالعلمین نہیں اور اسلام میں رب کا رتبہ اور احترام اب کے درجہ اور تعظیم سے کہیں بڑھ کر اور بلند ہے کیونکہ باپ کا تعلق بیٹے سے صرف آنی اور جسمانی ہوتا ہے مگر رب کا تعلق اپنے مربوب سے اس کی پیدائش اور وجود کے اولین لمحہ سے لے کر آخری لمحہ تک بلا انقطاع برابر جاری رہتا ہے اور اس فانی جہان کے بعد ابدی اور سرمدی جہان میں اس کی ربوبیت کا ظہور ہوگا وہ ہماری سمجھ اور ادراک سے بالاتر ہے ہم کیا اور اس کے غیر محدود الطاف اور عنایات کیا؟

اسی ازلی میثاق اور خدائی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ اولاد آدم کے فطری' عقلی اور روحانی طور پر تندرست

افراد ہر قرن اور ہر زمانہ ہر گوشہ اور ہر خطہ ارضی میں حق تعالیٰ کی الوہیت وربوبیت عامہ کا ایک حد تک اقرار کرتے رہے ہیں اور آج بھی اس دور زندقہ والحاد میں کروڑوں کی تعداد میں اس کی ربوبیت کا اقرار اور اذعان کرنے والے موجود ہیں اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو اپنے محبوب حقیقی کی محبت و رضا میں فنا میسر ہو جاتی ہے تو پھر یگانہ و بیگانہ کر دوہ محبوب کا سارا امتیاز ہی سرے سے ان کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے اور دن بدن ان کی روحانیت ترقی پذیر ہوتی ہے اور انوار الٰہیہ کی تجلی ان کے لئے بکھرتی اور نکھرتی ہے اور رحمت خداوندی اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ کھل اور کھل کر ان کے سامنے آتی ہے اور ایسے کاملین اور خدا رسیدہ حضرات کو یہ ملال اور خیال کبھی نہیں آتا کہ دنیا ان کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ ان کی تمام محبت و شفقت' ہمدردی وسلوک اور تعاون وسازگاری کا صرف ایک ہی مرکز اور ایک ہی محور باقی رہ جاتا ہے اور وہ محض اپنے محبوب حقیقی کی معرفت ومحبت اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے اس کی رضا جوئی مال واولاد کا تو ذکر ہی کیا' اگر اپنے نفس کے ساتھ بھی ان کی الفت ومحبت باقی رہ جاتی ہے تو وہ بھی صرف اسی ہی کی خاطر' اس کی راہ اور رضا میں تمام قربانیاں شیریں بن جاتی ہیں اور اس کی ناراضگی میں ساری خوشیاں کانٹے نظر آتے ہیں۔ اس کی خوشنودی کے لئے گردنیں کٹوانا حیات ابدی معلوم ہوتی ہے اور اس کی خلاف ورزی میں عیش و آرام کی پر کیف زندگی بھی سراسر موت دکھائی دیتی ہے مگر یہ مقام صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جس نے روح شریعت کو سمجھ کر مجاہدۂ نفس کی منزلیں طے کی ہوں کیونکہ:

ہزاروں منزلیں کرتا ہے طے پانی کا اک قطرہ

صدف میں تب کہیں ہوتا ہے تابندہ گہر پیدا

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز

GOLD, SILVER, BUYERS, SELLERS & ORDER SUPPLIERS
SHOP NO. 85, KUNDAN STREET, SARAFA BAZAR,
MITHADER, KARACHI. PHONE : 745543

HB
Trustable Mark
فون:5215551-5675454
فیکس:5671503
Hameed Bros Jewellers
3, Mohan Tarrace Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-3
حمید برادرز جیولرز
3 موہن ٹیرس، نزد جلال دین، شاہراہ عراق، صدر کراچی

ختم نبوت

اسلام کا بنیادی عقیدہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

مسئلہ ختم نبوت اسلام کا وہ بدیہی مسئلہ ہے۔ جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے' جو مسئلہ قرآن کریم میں بصراحت مذکور ہو اور جو صدہا احادیث صحیحہ میں باالفاظ غیر مشتبہ بیان کر دیا گیا ہو۔ اس کے خلاف منہ سے کوئی لفظ نکالنے کی جرأت کوئی مسلمان کیونکر کر سکتا ہے تو مسلمان اس کی آواز کو کیا وقعت دے سکتے ہیں؟ لیکن چونکہ مسلمان کی اکثریت ٹھوس اسلامی معلومات سے بے بہرہ اور صحیح مذہبی تعلیمات سے بے خبر ہے' اس لئے ان کی واقفیت کے لئے یہ سطریں لکھی جاتی ہیں۔

قرآن میں ختم نبوت کا اعلان:

قرآن کریم سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ:

"نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی کا مردوں تمہارے میں سے لیکن پیغامبر خدا کا ہے اور ختم کرنے والا تمام نبیوں کا۔"

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے فوائد میں لکھتے ہیں کہ:

"یعنی بعد از وے ہیچ پیغمبر نباشد"

ترجمہ: (آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا)

اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ اپنے فوائد موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں"

اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔"

اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی' اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔"

امام بغوی کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ:

"خاتم النبیین کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کر دی' خاتم بالفتح اتاء پڑھا جائے تو خاتم النبیین کا مطلب "آخری نبی" ہے اور خاتم بکسر اتاء پڑھا جائے تو "نبیوں کے ختم کرنے والے" ترجمہ ہوگا (غرض یہ ہے کہ دونوں قراتوں کا حاصل ایک ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔"

امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کا سلسلہ ختم نہ کر دیا ہوتا تو آپؐ کو کوئی ایسا بیٹا دیتا جو آپؐ کے بعد نبی ہوتا۔"

دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ:

"جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا لڑکا نہ دیا جو جوان ہو۔"

اور خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نبوت ختم کر دی' پس آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی اور نہ آپؐ کے ساتھ اب کسی کو دی جائے گی۔"

حاصل یہ ہے کہ آیت میں خاتم النبیین کے معنی "آخری نبی" کے ہیں۔

امام غزالی الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

"تمام امت نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور کوئی رسول کبھی نہ ہوگا' اور اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں' اور جو اس میں کوئی تخصیص کرے اس کا کلام بے ہودہ بکواس ہے۔ اس کی تاویل اس پر کفر کا حکم لگانے سے نہیں روک سکتی۔ اس لئے کہ اس نے اس نص صریح کو جس کے غیر ماول و غیر مخصوص ہونے پر امت محمدیہ کا اجماع ہے جھٹلایا ہے۔"

اسی کے قریب قریب علامہ قاضی عیاضؒ نے شفاء میں فرمایا ہے۔

اور جلال الدین محلی نے لکھا ہے:

"خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔"

اور تفسیر مدارک میں ہے:

"خاتم النبیین کا مطلب آخری نبی ہے' اور یہ

کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

یہ پندرہ نام بطور نمونے کے لکھے جاتے ہیں ورنہ ان علماً کرام کے اقوال کو جمع کرنے کا ارادہ کیا جائے‘ جنہوں نے خاتم النبیین کی مراد ”آخری نبی“ لکھی ہے اور بتائی ہے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ امام غزالی کی عبارت میں پڑھ چکے ہیں کہ تمام امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ خاتم النبیین کی صاف و صریح مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی و رسول نہ ہوگا۔

احادیث میں ختم نبوت کا اعلان:

(۱) ”بلاشبہ رسالت و نبوت ختم ہوگئی‘ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔“

(ترمذی ص ۵۱ ج ۲ عن انس رضی اللہ عنہ)

(۲) ”میں نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

(مسند احمد ص ۱۷۲ ج ۲ عن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ)

(۳) ”میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہ رہا‘ ہاں بشارت دینے والے خواب رہ گئے۔“

(بخاری عن ابی ہریرہؓ)

(۴) ”میں آیا پس میں نے نبیوں کا سلسلہ کو ختم کردیا۔“ (مسلم شریف ص ۲۴۸ ج ۲)

(۵) ”میں آخری نبی ہوں‘ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“ (ابوداؤد ص ۱۲۶ ج ۲ و ترمذی ص ۴۵ ج ۲ مسند احمد ص ۸۱ ج ۵)

(۶) ”میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“ (ترمذی ص ۱۰۷ ج ۲‘ مسلم ص ۲۶۱ ج ۲)

(۷) ”میرے بعد نبوت نہیں ہے‘ مگر بشارت دینے والے خواب ہیں۔“

(مسند احمد ص ۴۵۴ ج ۵ عن ابوالطفیلؓ)

(۸) ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ بن الخطاب ہوتے۔“ (ترمذی ص ۲۰۸ ج ۲)

(۹) ”الا انہ لا نبوۃ بعدی۔“

(ترمذی ص ۲۱۲ ج ۲ عن سعد بن ابی وقاص مسلم ص ۲۷۸ ج ۲)

(۱۰) ”الا انہ لا نبی بعدی۔“ (ترمذی ص ۲۱۲ ج ۲ عن جابر دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)

(۱۱) ”بنی اسرائیل کی سیاست انبیاً کرتے تھے‘ جب ایک نبی کا انتقال ہوتا دوسرا اس کی جگہ پر آتا تھا‘ اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

(بخاری ص ۴۹۱ ج ۱‘ مسلم ص ۱۲۶ ج ۲‘ ابن ماجہ ص ۲۱۲ عن ابو ہریرہؓ)

(۱۲) ”ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات۔“ (مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۶‘ فتح الباری ص ۳۰۵ ج ۱۲ و ابن ماجہ ص ۲۵۹ عن ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا)

(۱۳) ”وختم بی النبیون۔“

(مسلم ص ۱۱۹ ج ۱ ترمذی ص ۱۸۸ عن ابو ہریرہؓ)

(۱۴) حدیث شفاعت ”انت رسول اللہ

باقی صفحہ ۲۰ پر

مساجد کے لئے
خاص رعایت

جبار کارپٹس

ڈیلرز:
◄◄ مون لائٹ کارپٹ
◄◄ نیر کارپٹ
◄◄ ثمر کارپٹ
◄◄ وینس کارپٹ
◄◄ اولمپیا کارپٹ

پتہ: این آر ایونیو
نزد حیدری پوسٹ آفس بلاک ”جی“ برکات حیدری، ناظم آباد
فون: 6646888-6647655 فیکس: 0921-21-5671503

آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے

شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے' آسمان ولایت کے چمکتے ستارے بستان نبوت کے مہکتے پھول اور آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں موجود ہے ان کے سینوں پر انوار رسالت کی شعاعوں کا عکس براہ راست پڑا صحابہ کرامؓ نے دین الٰہی کی سربلندی کے لئے اپنی ہر چیز راہ خدا میں لٹادی' بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تربیت یافتہ جماعت کا تذکرہ قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔"

حضرت امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ کرامؓ نے ملک شام کو فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے کہ:

"خدا کی قسم! یہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے' ابھی اسلام کا آغاز تھا' شہر مکہ کافروں سے بھرا ہوا تھا' لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت سے سرشار تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں کو اعلانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی اطلاع دوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! ذرا صبر سے کام لو ابھی ہم تعداد میں کم ہیں' حضرت ابوبکر صدیقؓ برابر اصرار فرماتے ہیں' حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے اجازت دے دی' حضرت ابوبکرؓ نے بے خوف وخطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی' حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

"فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسولہ"

مولانا محمد نذر عثمانی

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سیدنا ابوبکرؓ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا۔"

اس دعوت کو سن کر مشرکین مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے آپ کو سخت مارا گیا' عتبہ بن ربیعہ نے آپؓ کے چہرے پر بے تحاشا تھپڑ مارے' آپؓ قبیلہ بنو تیم سے تھے' آپؓ کے قبیلے کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو دوڑے ہوئے آئے اور مشرکین سے انہیں چھڑا کر ان کے گھر چھوڑ آئے' حضرت ابوبکرؓ ان ضربات کی شدت سے بے ہوش تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شاید زندہ نہ رہ سکیں' صدیق اکبرؓ دن بھر بے ہوش رہے' جب شام ہوئی تو آپؓ کو ہوش آیا' آپؓ کے والد ابوقحافہ اور آپؓ کے قبیلے کے لوگ اس وقت آپؓ کے آس پاس کھڑے تھے' ہوش آتے ہی سیدنا صدیق اکبرؓ نے سب سے پہلی بات یہ دریافت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ان کے قبیلے کے لوگ یہ سن کر سخت برہم ہوتے ہیں اور صدیق اکبرؓ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ ذلت ورسوائی تمہیں اٹھانا پڑی اور یہ مار پیٹ تمہیں برداشت کرنا پڑی ہوش میں آتے ہی تم پھر انہی کا حال پوچھتے ہو' ان اندھوں کو کیا خبر تھی کہ ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر سختیاں جھیلنے میں جو لذت ہے' وہ دنیاداروں کو پھولوں کی سیج پر بھی حاصل نہیں ہو سکتی' صدیق اکبرؓ کے قبیلے کے لوگ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کی والدہ ام الخیر سے کہہ گئے کہ جب تک یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے باز نہ آجائیں ان کا بائیکاٹ کرو اور انہیں کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ دو' لیکن ماں کی مامتا سے یہ برداشت نہ ہوا' کھانا لا کر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دن بھر کے بھوکے ہو' کچھ کھا لو' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ: ماں! خدا کی قسم میں کھانا نہیں چکھوں گا اور پانی کا گھونٹ تک نہ پیوں گا جب تک کہ حضور علیہ السلام کی زیارت نہ کر لوں۔ اس وقت ان کے گھر میں حضرت عمرؓ کی بہن ام جمیل آئیں' انہوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور دار ارقم میں تشریف فرما ہیں' سیدنا ابوبکرؓ زخموں سے چور تھے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے' لیکن اس حالت میں بھی اپنی ماں کے سہارے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے' حضور علیہ السلام ان پر جھک پڑے اور انہیں چوما' حضور علیہ السلام پر سخت گریہ طاری تھا' آپؐ نے دیکھا کہ

صدیق اکبرؓ حضور اقدس کی محبت میں اپنے جسم اور اپنی جان کی سب کلفتیں بھول گئے۔

اسی طرح ہم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دیکھتے ہیں کہ جن کے بارے میں فرمان رسولؐ ہے کہ سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ جاں نثاران مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واحد صحابی ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے اور یہ اکثر اس اعزاز کا تذکرہ فرماتے تھے کہ میرے آقا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو سب صحابہؓ یہ کہتے تھے کہ: "فداک ابی وامی یا رسول اللہ" لیکن میرے لئے سرکار دو جہاںؐ نے فرمایا کہ: "اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز تھے چونکہ یہ بنو زہرہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور بنو زہرہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا خاندان ہے اس قرابت داری کا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات تذکرہ فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا اور خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے ماموں آ رہے ہیں کوئی اس جیسا اپنا ماموں تو دکھلائے۔

حضرت سعدؓ کے اسلام قبول کرنے کی داستان بھی عجیب ہے وہ فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہوں تاریک و پر آشوب سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھا رہا ہوں اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے میں خواب ہی میں اس کی طرف چلا میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھ سے پہلے چند لوگ اس ماہتاب کے قریب پہنچ چکے ہیں میں نے غور سے دیکھا تو مجھے زید بن حارثہؓ علیؓ ابن ابی طالب اور ابوبکر صدیقؓ دکھائی دیئے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟ انہوں نے بتایا کہ بس ابھی آئے ہیں جب صبح ہوئی تو مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس پردہ اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں میں بھانپ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ رکھتے ہیں میں اسی وقت بلاتاخیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل نکلا محلہ جیاد کی ایک گھاٹی میں مجھے آپ کی زیارت ہوئی میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا ظاہر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت و محبت سے مجھے مشرف بہ اسلام کیا اس وقت میرے سامنے وہی عالی مقام تین حضرات آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں بظاہر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا چوتھا نمبر تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی غزوہ بدر میں حضرت سعدؓ اور ان کے بھائی عمیرؓ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ناقابل فراموش ہیں۔ عمیرؓ ابھی بچے تھے اور سن بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا معائنہ کرنا شروع کیا تو عمیر چھپ گئے انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑ گئی تو مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس لوٹا دیا جائے گا لیکن پھر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور بچہ سمجھ کر واپس لوٹا دیا یہ فیصلہ سن کر حضرت عمیرؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آ گیا اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی اجازت ملنے پر ان کے بھائی حضرت سعد شاداں و فرحاں ان کی طرف آئے اپنے ہاتھ سے ان کے کندھے پر تلوار لٹکائی اور پھر دونوں بھائی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان کارزار میں اترے جب معرکہ آرائی ختم ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے چھوٹے بھائی عمیر کو سرزمین بدر میں دفن کر کے اکیلے مدینہ طیبہ واپس لوٹے کیونکہ حضرت عمیرؓ نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمالیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ چکے تھے۔ آج بھی میدان بدر کے باہر لگی ہوئی سنگ مرمر کی بڑی تختی اس معرکہ میں شہید ہونے والوں کی یاد دلاتی ہے جن میں ایک حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص بھی ہیں۔

غزوہ احد میں درے کے جانب سے دشمن نے اچانک زوردار حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس صحابہ رہ گئے تھے اس نازک ترین موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس جرأت و مہارت سے تیر اندازی کی کہ دشمنوں میں سے جس کے آپ کا تیر لگ جاتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا اس میدان میں آپ کا کوئی نشانہ خطا نہیں گیا جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماہرانہ تیر اندازی دیکھی تو حوصلہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: "سعد تیر اندازی جاری رکھو میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو وافر مقدار میں مال و دولت سے نوازا لیکن جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنا ایک بوسیدہ اونی جبہ منگوایا اور یہ وصیت فرمائی کہ مجھے اس جبہ کا کفن پہنانا کیونکہ میں میدان بدر میں یہ جبہ پہن کر جہاد پر گیا تھا میری دلی خواہش ہے کہ میں اسی جبہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

☆☆..........☆☆

قافلے دل کے چلے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری کے موقع پر پیش آنے والی کیفیات پر مبنی جذب و عشق میں ڈوبی ہوئی ایمان پرور تحریر

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہی قلب و نگاہ کی حالت بدل گئی۔ روضہ اطہر پر نظر پڑی تو مدتوں کی مشتاق آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا۔ دل پر ہیبت طاری ہوگئی۔ درود و سلام پڑھتے ہوئے ہم مسجد کے اندر داخل ہوئے تو حسن اتفاق سے مجھے ریاض الجنۃ کے ایک گوشے میں جگہ مل گئی۔ نماز پڑھی اور روضہ اطہر کے سامنے حاضر ہوگئے۔ میرا دل جلالت نبوت کی تاب نہ لاسکا۔ قلب و جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ روح الحاح و زاری اور دل آہ و فغاں کرنے لگا۔ سلام پڑھتے ہوئے میں بے ساختہ اونچی آواز میں رونے لگا۔ وہاں قریب قریب سب حاضرین ہی آہ و زاری کر رہے تھے' کسی کو کسی کا دھیان نہ تھا۔ جذب و مستی کی ایک کیفیت تھی' جو قریب قریب سب اہل جذب و شوق پر طاری تھی۔ میری ہچکی بندھ چکی تھی اور میں زور زور سے رو رہا تھا۔ سلام پڑھنے کے بعد میں نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات پر حاضری دی اور سلام پڑھا۔

میں روضہ مبارک کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ یہ میرے پیارے نبی اور مسیحا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ اطہر تھا۔ دل نے چاہا کہ اس سے لپٹ جاؤں' جی بھر کر روؤں اور فریاد کروں لیکن یہ پیغمبر اعظم و آخر اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک تھا۔ یہاں ادب و احترام شرط اولین تھی۔ یہ بڑا خطرناک مرحلہ تھا' یہ زندگی کا بڑا ہی کٹھن اور صبر آزما امتحان تھا' مجھے ایک نامعلوم خوف نے لرزہ براندام کر دیا اور دل ڈوبنے لگا' وہاں کھڑے ہونے کی مجھ میں سکت نہ رہی' میں ہجوم عشاق میں سے نکل کر روضہ اطہر کے پہلو میں ریاض الجنۃ کے ایک گوشے میں آکر بیٹھ گیا اور دیوانہ وار اسے یکتا رہا۔ قلب و چشم روتے رہے اور زبان پر درود شریف جاری رہا۔

تقریباً چار سال پہلے جب میں عالم رؤیا میں یہاں حاضر ہوا تھا تو مسجد مبارک کی ہیئت اور تھی' وہ چودہ سو برس پہلے کی مسجد تھی' روضہ اطہر کی عمارت بھی اور تھی' وہ نقشہ بالکل مختلف تھا پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ روضہ جنت تھا' جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جلوہ افروز تھے۔ آپؐ کے حسن و نور سے محفل منور تھی' وہ نورانی فضا ملکوتی تھی' اس میں روح پرور ٹھنڈک تھی' میں حضور رسالت مآبؐ کی اسی بزم کو دیکھنے کا آرزو مند تھا' یہ آرزو شدت اختیار کر گئی اور دل بے قرار ہوگیا' میں تڑپ کر اٹھا اور پھر روضہ اطہر کے سامنے حاضر ہوگیا۔ ہیبت و جلال رسالت مآبؐ سے کپکپی طاری ہوگئی' ٹانگیں لرزنے لگیں اور دل جلالت پیغمبری کی تاب نہ لاسکا۔ روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کے لئے پر تولنے لگی' در جاناں کے سامنے جان دینا کتنی بڑی خوش قسمتی تھی۔ محبت کی دنیا کی یہ شہادت تھی' جو صرف اہل مہر و وفا ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ جان دینے کو دل تو چاہتا تھا لیکن وہاں کھڑا رہنے کی تاب نہ تھی۔ مجھے مجبوراً اور بادل نخواستہ وہاں سے لوٹ کر ریاض الجنۃ میں آنا پڑا' مغرب کی نماز تک وہیں بیٹھا درود شریف پڑھتا اور روضہ اطہر کو دیکھتا رہا۔

ریاض الجنۃ واقعی جنت کا ایک گوشہ ہے۔ میں نے عالم رؤیا میں یہاں اپنے آقا و مسیحا سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احباب کے ساتھ جلوہ فگن دیکھا تھا' میں اس حسین و سرور انگیز نظارے کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا' مجھے پھر اس نظارے کو دیکھنے کی طلب و آرزو تھی' میں دعا مانگتا رہا اور روضہ اطہر کو ٹکٹکی باندھے تکتا رہا لیکن ایک بار دیکھا' دوسری بار دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔

اہل جذب و شوق کی یہ آرزو اور کوشش ہوتی ہے کہ وہ ریاض الجنۃ میں جگہ حاصل کرسکیں۔ وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبویؐ کے مطابق وہ اس حصے کو قطعہ جنت سمجھتے ہیں' جہاں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کا اجر بے حساب ملتا ہے' وہاں سجدہ کرنے سے ایک خاص قسم کی کیفیت جذب و مستی طاری ہو جاتی ہے' مجھے وہاں ایک عجیب تجربہ ہوا' جب میں سربسجود ہوا تو وجد آفرین و روح پرور خوشبو نے مشام جاں کو معطر کر دیا' وہ خوشبو ان خوشبوؤں سے مختلف تھی' جو اس دنیا میں پائی جاتی ہیں' وہ واقعی گلہائے فردوس کی خوشبو تھی' روح مسحور و مسرور ہوگئی اور دل سجدے ہی میں پڑے رہنے کے لئے مچلتا رہا' ہر بار سجدے میں یہی خوشبو آتی اور کیف و سرور دیتی رہی' میں نے روضہ اطہر کے سامنے حاضر ہونے کی کوشش کی' روح حاضری کے لئے بے تاب و بے قرار تھی' دل حضور کا طلبگار تھا لیکن میں وہاں حاضر ہوا تو مجھ پر پھر ہیبت طاری ہوگئی' میری چشم تصور کے سامنے وہ منظر ابھر آیا' جس کا مجھے مشاہدہ ہو چکا تھا' میرے سامنے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے' حضور رسالت مآبؐ کی بزم' تجلیات ربانی اور آپؐ کے جمال و ضیاء پاشیوں سے منور تھی۔ روشنی اس قدر حسین و مطہر' سرور انگیز و کیف پرور اور ایمان افروز و مسحور کن تھی کہ اس کا اظہار محال ہے' یہ نظارہ جتنا جمیل و سرور انگیز تھا اس سے بڑھ کر جلیل و مرعوب کن تھا' دل کو تاب نظارہ کہاں تھی؟ جسم و روح پر لرزہ طاری ہوگیا' آپؐ کی ہیبت و جلالت کی وجہ سے مجھ میں وہاں ٹھہرنے کی سکت نہ رہی اور مجھے مجبوراً اپنی جگہ لوٹ آنا پڑا' روضہ اطہر کو میں پرنم آنکھوں کے ساتھ دیکھتا رہا' کبھی ظاہری آنکھ سے مزار مبارک کے غلاف کو اور کبھی چشم تصور سے روضہ اطہر کے اندر فردوس بریں میں آپؐ کے بزم حسن و سرور کے مناظر ہوشربا سے میری یہ حالت تھی کہ:

گاہ میری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

(بال جبریل)

☆☆..........☆☆

شہید ختم نبوت رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

علماً و صالحین کی زندگی کے حالات اور ان کی سیرت وسوانح کے تذکرہ سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ اس سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

دوم: یہ کہ ان کی سیرت و کردار کو لکھنے والا گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مجھے ان صلحاً سے محبت ہے اور میں ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں اور ارشاد الٰہی: "اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده" اور حدیث نبویؐ: "المرء مع من احب" کے پیش نظر بارہ گاہِ الٰہی میں ان اکابر کی بدولت اپنی ہدایت اور نجات اخروی کی درخواست کرتا ہے۔

سوم: یہ کہ علماً صلحاً کی سیرت وسوانح پڑھنے سے قاری کے دل پر عمل کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے انسان کی اپنی سیرت و کردار کی تکمیل ہوتی ہے۔

انسانی سیرت و کردار کی تکمیل کے لئے اولیاً کاملین کی صحبت وہم نشینی اکسیر کا حکم رکھتی ہے جس کی واضح مثال حضرات صحابہ کرامؓ کا مرتبہ و مقام ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو صحابیت کا اتنا بڑا مقام محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وہم نشینی کے طفیل حاصل ہوا جسے بعد میں آنے والا کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی حاصل نہیں کرسکتا، اور پھر صحبت صالح اور نگاہ کے اثرات کا انسانی زندگی پر مرتب ہونا بدیہی ہے اس لئے کہ اگر نظر بد کے برے اثرات ہوتے ہیں تو نظر خیر کے اچھے اثرات کیوں نہیں ہوں گے؟

ایک بزرگ کے حالات زندگی میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کی ایک مجلس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس دن تک اس کی برکت سے عبادت میں نشاط کی کیفیت رہتی تھی۔ اس مناسبت سے میں اپنے شیخ علامہ محقق عبدالفتاح ابوغدہ کی مجلس کے تأثرات کا ذکر کیا کرتا ہوں کہ: "ان کی ایک مجلس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس دن تک علمی نشاط رہتا تھا۔"

ہمارے مشائخ اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے جامعیت کاملہ سے نوازا تھا، چنانچہ وہ علم و عمل، تقویٰ و طہارت، تصنیف و تالیف، تعلیم و تدریس، اصلاح و

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

تربیت وغیرہ ہر میدان میں امام نظر آتے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ان سے وہ کام لیا جو ایک مستقل اکیڈمی نہیں کرسکتی، جس کی زندہ مثال حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات ہیں کہ ان کی حیات مستعار کے لمحات اور کارناموں کا موازنہ کیا جائے تو سمجھ میں آتا کہ انہوں نے اپنی حیات مستعار کے محدود دنوں میں اتنا سارے کام کس طرح اور کیسے کر لئے تھے؟؟

میں سمجھتا ہوں اس کی بنیاد ان بزرگان دین کا اخلاص، استقامت، نظم اوقات اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق و ہدایت تھی جیسا کہ ارشاد الٰہی: "والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا" میں اس طرح اشارہ ہے۔ اسی لئے استقامت کو کرامت کہا گیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے: "الاستقامة هي الكرامة"

یہ اسی استقامت کا نتیجہ ہے کہ آج بھی امت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ ان حضرات کے ملفوظات اور تالیفات سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور امت کو برابر ان کی تعلیمات سے ہدایت مل رہی ہے۔

سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو ایسی جامعیت عطا فرمائی تھی اور ان میں ایسے ایسے کمالات جمع فرمائے تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی، حضرت علقمہ ابن قیس کوفی متوفی ۶۱ ۶۲ھ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ نہایت اونچے درجے کے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضرات صحابہ کرامؓ کو بہت قریب سے دیکھا، اُن کی مثال ان چشموں کی سی ہے، جن سے لوگ سیراب ہوتے ہیں، پھر ان چشموں میں سے بعض تو وہ ہوتے ہیں جن سے دس آدمی سیراب ہوتے ہیں، بعض سے پچاس، بعض سے سو اور بعض وہ ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی آجائے تو وہ سب کو سیراب کرلیں۔ پھر فرمایا: "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان چشموں میں سے تھے جو ساری دنیا کو سیراب کرنے والے ہوتے ہیں۔"

ٹھیک اسی طرح ہمارے بزرگوں میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو اس کا مصداق بنایا تھا کہ آپؒ ان علماً میں سے تھے جن میں یہ کمال تھا، چنانچہ آپ کے علوم وفیوض کے چشمہ صافی سے پوری دنیا سیراب ہوئی مگر وہ نہ ختم ہوا اور نہ کم ہوا۔ اس لئے کہ حضرتؒ کی دینی خدمات کا جائزہ لیجئے تو

ایک طرف علماً کی تربیت ہو رہی ہے درس و تدریس ہو رہا ہے رشد و ہدایت کا چشمہ بہہ رہا ہے تو دوسری جانب عوام کی تربیت کا انتظام ہے ان کی ذہن سازی ہو رہی ہے اور روحانی فیض پھیلایا جا رہا ہے بلکہ یہاں بیٹھ کر ان کی تربیت کا اثر اور علمی فیض دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہے۔ مجھے اکثر باہر جانے کا اتفاق ہوتا ہے وہاں دیندار طبقے سے ملاقات ہوتی ہے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ ہم ہر جمعہ کو "جنگ اخبار" کا انتظار کرتے ہیں کہ جمعہ آئے تو ہم حضرت کا فقہی مسائل کا کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" پڑھ کر ہدایت حاصل کریں۔"

اسی طرح تدریس کے میدان میں آپ لائق و فائق اور قابل مدرس تصنیف و تالیف کے میدان میں قلم کے شہسوار فرق باطلہ کے مقابلہ میں بحث و مناظرہ اور مناقشہ و مباحثہ میں نہایت مہذب و شائستہ زبان و بیان اور حد درجہ منصفانہ انداز کے مالک تھے جس کا مخالفین کو بھی اعتراف تھا اگر اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ کی تصنیف "اختلاف امت اور صراط مستقیم" جسے اگر الہامی تصنیف کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا دیکھی جاسکتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ "وجادلھم بالتی ھی احسن" کا نمونہ ہے اسی طرح اگر آپ کے فتاویٰ اور امت کے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ کے قلم کے جواہر پارے "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی صورت میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جو غالباً بیس سال سے زائد عرصہ سے روزنامہ "جنگ" کے جمعہ ایڈیشن میں شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سائل کو درپیش مسائل اور مشکلات سے نکلنے کی راہنمائی بھی کی گئی ہے۔ بلاشبہ روزنامہ "جنگ" کے اس سلسلہ کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو دینی مسائل میں راہنمائی حاصل ہوئی اور لوگ جن مسائل کو شرم کے مارے پوچھ نہیں سکتے تھے یا ان کو یہی ہی معلوم نہیں تھا کہ پوچھیں تو کس سے؟ اور کس طرح؟ اس سلسلہ کے ذریعہ ان کے مسائل گھر بیٹھے حل ہونے لگے۔ الحمدللہ! اب یہ ذخیرہ نو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور امت کی راہنمائی کر رہا ہے جبکہ مزید جلدوں کی ترتیب کا کام جاری ہے۔

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک کامیاب مصلح اور مربی تھے جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اپنے وعظ و بیان دعوت و ارشاد اور رشد و ہدایت اور حلقہ ہائے ذکر و فکر سے ہزاروں انسانوں کی اصلاح و تربیت فرمائی۔ بہت سے علماً اور مخلصین انشاء اللہ حضرت رحمۃ اللہ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کو لکھیں گے میں چونکہ تحریر کے میدان کا آدمی نہیں ہوں اس لئے بعض مخلصین کے اصرار پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف عالیہ میں سے صرف ایک وصف پر کچھ مختصر سا لکھنے کی کوشش کروں گا اور وہ وصف جس کا میں نے سفر و حضر میں مشاہدہ کیا ہے۔ آپؒ کی صفت "استقامت" ہے میرے ناقص خیال میں غالباً یہی وہ بنیادی صفت ہے جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سارے کمالات کی بنیاد ہے۔

ہمارے شیخ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر انتخاب جب آپ پر پڑی تو آپ ماموں کانجن میں تدریس کر رہے تھے۔ حضرتؒ نے آپ کو "بینات" کے لئے نہایت موزوں سمجھا اور اس کے لئے دس دن مانگے تو ماموں کانجن کے حضرات تو اس کے لئے تیار نہ ہو سکے البتہ آپ کے قدردان جامعہ رشیدیہ والوں نے آپ کو مدرس رکھ لیا اور طے ہوا کہ آپ دس دن بینات کراچی کے لئے دیں گے اور بیس دن ساہیوال میں پڑھائیں گے چنانچہ یہ معمول سالوں چلا پھر جب آپ کو مستقل دفتر ختم نبوت ملتان میں متعین فرمایا گیا اور طے ہوا کہ اتنے دن آپ ملتان میں ختم نبوت کا کام کریں اور اتنے روز کراچی آکر بینات کا کام سرانجام دیں گے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک آپ نہایت استقامت کے ساتھ یہ دونوں فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے یہاں تک کہ آپ مستقل کراچی منتقل ہو گئے۔

کراچی منتقل ہونے کے بعد آپ شہیدؒ نے جس استقامت کے ساتھ بینات کی ادارت اور اس کے ذریعہ مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا وہ محتاج بیان نہیں جس سے بے شمار انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور لاکھوں انسانوں کے ذہنوں کا قبلہ درست ہوا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے اخلاص اور استقامت وسعت معلومات اور علمی رسوخ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے تربیت کا جو سلسلہ بھی شروع فرمایا اسے نہایت پابندی سے نبھایا وہ جمعہ کا وعظ ہو یا ہفتہ کے مختلف دروس مجالس ذکر ہوں یا رمضان المبارک کا اعتکاف اس میں بھی تخلف نہیں آنے دیا ہمارے ان اکابر کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں فرماتے بلکہ وہ نظم اوقات کے ذریعہ اپنے اوقات کو تعلیم و تربیت تصنیف و تالیف اور تلاوت و ذکر میں اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی بن جاتا ہے اور ان کے اوقات میں برکت ہو جاتی ہے یہ اسی نظام الاوقات کا ثمرہ ہے کہ آج حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی چھوٹی بڑی تالیفات ہزار سے تجاوز کر گئی ہیں۔ اسی طرح راقم الحروف کو حضرت شہیدؒ کے ساتھ بعض چھوٹے بڑے اسفار میں معیت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ مثلاً

قادیانیوں کے بارے میں

دستاویزی ثبوت

"میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک ضلع کرنال میں سینئر سول جج تعینات تھا۔ اس دوران میں غالباً مجھے کسی معائنہ کے لئے "پنڈری" کے ڈاک بنگلہ میں دو روز قیام کرنا پڑا۔ پونڈری' کرنال اور کیتھل کی درمیانی سڑک پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ ڈاک بنگلہ میں ایک الماری ہے' جس میں پرانی کتابیں رکھی ہوئی تھیں' میں نے ایک کتاب لی' جو مجلد تھی' دراصل اس میں "لندن" کے رسالے کے کئی حصے یکجا کئے ہوئے تھے۔ میں نے ایک حصے کے مضامین کی ہیڈنگ پڑھنا شروع کئے' اس خیال سے کہ جو ہیڈنگ میری دلچسپی کا باعث ہوگا' اسے پڑھوں گا' اتفاق سے ایک ہیڈنگ "مہدی" تھا۔ اس مضمون کو کسی پادری نے لکھا تھا۔ جس کا نام "ریورنڈ" لکھا تھا۔ میں نے اس مضمون کو بغور پڑھا' بلکہ دو مرتبہ پڑھا کئی مضامین کا یہ نہایت دقیق مقالہ تھا۔ مجھے پورے پورے الفاظ تو یاد نہیں مگر یہ ضرور یاد ہے کہ پادری صاحب نے مضمون کو اس طرح شروع کیا تھا کہ: "آج کل مسلمانوں کے سن ہجری کی چودھویں صدی شروع ہو رہی ہے' اور مسلمانوں میں خیال مذہبی حیثیت کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ چودھویں صدی میں مہدی کے آنے کا پروپیگنڈا بھی (انگریز نے اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے عوام میں پھیلایا ہوگا' ناقل) کہ اس صدی ہجری میں ایک مہدی آئے گا۔ جو مسلمانوں کی گری ہوئی عظمت کو بحال کرے گا۔ مسلمانوں کو فتح ہوگی' اور مذہب اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا' پھر پادری صاحب نے اس آنے والی مصیبت کی روک تھام کے لئے دو تجاویز پیش کی تھیں:

اول: یہ کہ نہایت غور اور صحت سے معلوم کرو کہ کہاں اور کس جگہ پر مہدی پیدا ہو رہا ہے' اور اس کو وہیں کچل ڈالو' دوسری تجویز پیش کی کہ ہم خود مسلمانوں میں کوئی مہدی بنائیں اور اس کی ہر طرح امداد کریں اور اس سے وفاداری کا عہد لے کر اس کی ہر طرح

مولانا عبدالرحیم اشعر

شہرت کریں کہ مسلمان اصلی مہدی کو بھول کر اسے قبول کرلیں' پادری صاحب نے دوسری تجویز کی حمایت کی تھی۔

میں نے مطالعہ کے بعد کتاب اس الماری میں رکھ دی اور واپس کرنال چلا آیا۔ اس مضمون کا میرے دل پر گہرا اثر رہا' میں اکثر اس مضمون کا ذکر اپنے دوستوں بلکہ قادیانی صاحبان سے بھی کرتا تھا۔

۱۹۳۸ء میں ملازمت کے بعد میں نے دہلی قرول باغ میں مستقل سکونت اختیار کرلی' اور وہاں ایک اپنا مکان تعمیر کرلیا' ایک روز کا ذکر ہے کہ میرے پاس دو صاحب تشریف لائے' انہوں نے کہا کہ: ان کو غلام احمد پرویز نے بھیجا ہے۔ پرویز صاحب ان ایام میں گورنمنٹ آف انڈیا میں کسی اچھے عہدے پر فائز تھے۔ ان دونوں صاحبان نے مجھے کہا کہ: پرویز صاحب! ایک کتاب ختم نبوت پر لکھ رہے ہیں' اور ان کو معلوم ہوا ہے کہ اس امر میں آپ کے پاس کچھ مواد ہے۔ وہ یہ مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو "پونڈری" ڈاک بنگلہ کا حوالہ دیا اور پتہ بتایا' تاکہ وہاں الماری میں جو کتابیں پڑی ہیں ان میں سے یہ مضمون تلاش کرکے حوالہ نوٹ کرلیں یا نقل کرلیں۔

چند روز کے بعد وہ صاحبان میرے پاس پھر آئے اور کہنے لگے کہ: ہم نے "پونڈری" ڈاک بنگلہ سے وہ کتاب تلاش کرلی ہے۔ مگر اس میں جو مضمون "مہدی" پر تھا وہ غائب ہے' اور نکالا ہوا ہے اور باقی کتاب قائم ہے۔ ہمارا یہ خیال ہوا کہ جس کے خلاف یہ مضمون ہوگا' اس نے ہی نکالا ہے۔ بعد ازاں یہ معاملہ کم از کم میرے لئے کوئی دلچسپی کا باعث نہ رہا' مگر میں اس کا ذکر کبھی کبھی دوستوں میں کردیا کرتا تھا۔

۱۹۵۳ء میں جب مرزائیوں کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوئی۔ تو پھر اس معاملہ کا خیال خصوصیت سے آیا اور میں نے مندرجہ بالا امور جہاں تک مجھے یاد تھے۔ تحریر کرکے تحقیقاتی عدالت کو بھیج دیئے۔ علاوہ ازیں میں نے خود بھی غلام احمد پرویز کو خط لکھا۔ وہ ان دنوں کراچی میں تھے' ان کا جواب آیا کہ دہلی میں ہی

انہوں نے اس رسالے کے ناشران کو لندن میں لکھا تھا کہ اس رسالے کی کاپیاں پرویز صاحب کو مہیا کریں اور قیمت وصول کرلیں۔ میں رسالہ کا نام بھول گیا تھا' مگر پرویز صاحب کو معلوم تھا کہ رسالہ ''بلیک وڈ میگزین'' لندن تھا۔ ناشران رسالہ نے پرویز صاحب کو جواب دیا کہ: ''ان کے پاس اتنی پرانی کاپیاں نہیں ہیں۔'' میں نے یہ قصہ مولانا مظہر علی اظہر کو بیان کیا تھا۔'' (میاں غلام علی سابق جج کا بیان بحوالہ روداد مجلس تحفظ ختم نبوت ۱۳۸۴ھ ص ۹ تا ۱۱)

سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر کی رپورٹ در کانفرنس منعقدہ لندن ۱۸۶۷ء

''مسلمانوں کا مذہبا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے' اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے' جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لحہ تیار ہیں' ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔'' (رپورٹ دی ارائیول آف برٹش ان انڈیا)

رپورٹ پادری صاحبان:

''یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری و مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں' جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے' تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے' لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے' ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں' وہ مرحلہ اور تھا' اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی' لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ کے حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے' تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔'' (دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا)

ریورنڈ پادری انگلستان کی سیالکوٹ میں آمد اور مرزا غلام احمد سے بات چیت

''چنانچہ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ: ریورنڈ بٹلر ایم اے (یہ وہی پادری ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جس نے ''بلیک وڈ میگزین'' لندن میں ''مہدی'' کے عنوان سے کئی مضمون کا نہایت دقیق مقالہ لکھا تھا' ناقل) جو سیالکوٹ کے مشن میں کام کرتے تھے' اور جن سے حضرت صاحب کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے تھے' جب ولایت واپس جانے لگے' تو خود کچہری میں آپ (مرزا غلام احمد) کے پاس ملنے کے لئے چلے آئے۔ (ان دنوں مرزا صاحب سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے) اور جب ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کہ: کس طرح تشریف لائے ہیں؟ تو ریورنڈ مذکور نے کہا کہ: ''صرف مرزا صاحب'' کی ملاقات کے لئے' اور جہاں آپ بیٹھے تھے' وہیں سیدھے چلے گئے' اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔''
(سیرت مسیح موعود مؤلفہ مرزا محمود احمد ص ۱۶'۱۷)

ریورنڈ مرزا صاحب سے متاثر تھے:

''ریورنڈ بٹلر آپ (مرزا غلام احمد) کی نیک نیتی اور اخلاص اور تقویٰ کو دیکھ کر متاثر تھے' اور باوجود اس بات کو محسوس کرنے کے کہ یہ میرا شکار نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ میں اس کا شکار ہو جاؤں اور باوجود اس طبعی نفرت کے جو ایک صید کو صیاد سے ہوتی ہے' وہ (ریورنڈ) دوسرے مذہبی مناظرین کی نسبت مرزا (غلام احمد) سے مختلف سلوک کرنے پر مجبور ہوئے اور جاتے وقت کچہری میں ہی آپ سے ملنے آ گئے' اور آپ سے ملے بغیر جانا پسند نہ کیا۔'' (سیرت مسیح موعود ص ۱۸)

ریورنڈ صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے:

''پادری (ریورنڈ) بٹلر صاحب مرزا صاحب کی بہت عزت کرتے تھے' اور بڑے ادب سے ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ پادری صاحب کو مرزا صاحب سے بہت محبت تھی' چنانچہ جب پادری صاحب ولایت جانے لگے' تو مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے کچہری تشریف لائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے پادری صاحب سے تشریف آوری کا سبب پوچھا' تو پادری صاحب نے جواب دیا کہ: میں مرزا صاحب سے ملاقات کرنے کو آیا تھا۔ چونکہ میں وطن جانے والا تھا' اس واسطے ان سے آخری ملاقات کروں گا۔ چنانچہ جہاں مرزا صاحب بیٹھے تھے (ریورنڈ صاحب) وہیں چلے گئے اور فرش پر بیٹھے رہے اور ملاقات کر کے چلے گئے۔''
(سیرت المہدی جلد اول ص ۱۵۵'۱۵۶)

ریورنڈ سے ملاقات کے بعد ملازمت سے استعفیٰ:

''آخر مرزا صاحب نوکری سے دل برداشتہ ہو کر استعفیٰ دے کر ۱۸۶۸ء میں یہاں (سیالکوٹ) سے تشریف لے گئے۔'' (سیرۃ المہدی ص ۱۵۷ ج ۱)

گھر بیٹھے بیٹھے نوکر ہو گیا ہوں:

''بیان کیا مجھ سے (صاحبزادہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا غلام احمد سے جھنڈا سنگھ کاہلواں نے میں بڑے

مرزا صاحب مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے بڑے مرزا صاحب نے کہا کہ جاؤ غلام احمد کو بلا لاؤ۔ ایک انگریز حاکم میرا واقف ضلع میں آیا ہے۔ اس (مرزا غلام احمد) کا منشا ہو تو کسی اچھے عہدے پر نوکر کرا دوں۔ جھنڈا سنگھ کہتا تھا کہ: میں مرزا (غلام احمد) صاحب کے پاس گیا تو دیکھا چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا کر اس کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں نے بڑے مرزا صاحب کا پیغام پہنچا دیا۔ مرزا (غلام احمد) صاحب آئے اور جواب دیا: میں نوکر ہو گیا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب کہنے لگے کہ اچھا کیا۔ واقعی نوکر ہو گئے ہو؟ مرزا صاحب نے کہا: ہاں ہو گیا ہوں۔ اس پر بڑے مرزا صاحب نے کہا: اچھا اگر ہو گئے ہو تو خیر ہے۔" (سیرت المہدی ص ۴۸ ج ۱)

بھیجنے والے کے پتے کے بغیر منی آرڈر کا آنا:

مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگر وال ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے صبح کے قریب جگایا اور فرمایا کہ مجھے ایک خواب آیا ہے' میں نے پوچھا کیا خواب ہے: فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ میرے تخت پوش کے چاروں طرف نمک چنا ہوا ہے' میں نے تعبیر پوچھی تو کتاب دیکھ کر فرمایا کہ کہیں سے بہت سا روپیہ آئے گا' اس کے بعد میں چار دن یہاں رہا' میرے سامنے ایک منی آرڈر آیا' جس میں ہزار سے زائد روپیہ تھا۔ مجھے اصل رقم یاد نہیں' جب مجھے خواب سنائی تو ملاوامل اور شرن پت کو بھی بلا کر سنائی جب منی آرڈر آیا تو ملاوامل و شرن پت (دو ہندو) کو بلایا اور فرمایا کہ لو بھئی یہ منی آرڈر آیا ہے جا کر ڈاکخانہ سے لے آؤ۔ ہم نے دیکھا تو منی آرڈر بھیجنے والا کا پتہ اس پر درج نہیں تھا۔ (سیرت المہدی ص ۱۰۱٬۱۰۲ حصہ سوم)

☆☆......☆☆

بقیہ حضرت شہید

ملتان' لاہور' تاشقند' سمرقند' بخارا' برطانیہ اور افغانستان وغیرہ کے اسفار میں راقم بھی ان کے ہمرکاب تھا' جن میں ان کی استقامت اور لمحات زندگی کو قیمتی بنانے کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا' چنانچہ ان کی استقامت کا یہ حال تھا کہ گھر سے نکلتے ہی ہاتھ میں تسبیح ہوتی اور زبان ذکر اللہ سے تر رہتی' ایئر پورٹ' ہوائی جہاز وغیرہ ہر جگہ یہی حال تھا۔ جہاں بھی ہوتے نماز کے وقت میں باقاعدہ اذان دلاتے اور باجماعت نماز کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے۔

تاشقند کے ایک ہوٹل میں علما کے وفد کے ساتھ قیام تھا' جہاں کسی زمانہ میں اذان دینا بھی جرم تھا' وہاں بھی باقاعدہ آپ اذان کہلواتے اور سب کے سامنے باجماعت نماز ادا کی جاتی' اور فجر کی نماز میں جب قاری سعید الرحمن صاحب امام ہوتے تو بہتوں کی ہچکیاں بندھ جاتی۔

یہی حال آپ کی تہجد کے معمول کا تھا کہ سفر میں بھی اس میں کبھی فرق نہیں آتا تھا' گویا وقت پر اٹھنا' وقت پر عبادت کرنا اور وقت پر دوسرے معمولات ادا کرنا آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔

یہ مختصر سے مشاہدات و تاثرات ہیں جو میں نے قلم بند کر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اکابر کی طرح استقامت نصیب فرمائے۔ میں سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر طلبا اور علما کرام سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں دین کی خدمت کر سکیں تو اپنے اندر ان اکابر کی طرح استقامت کی صفت پیدا کریں' پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اوقات اور اعمال میں کیسی برکت ظاہر ہوتی ہے۔

بقیہ بنیادی عقائد

وخاتم الانبیاء۔" (ترمذی ص ۶۶ ج ۲ و مسلم عن ابو ہریرہؓ)

(۱۵) "اے آدم علیہ السلام وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری ذریت میں سب سے آخری نبی ہوں گے۔" (طبرانی صغیر ص ۲۰۷)

(۱۶) "نبوت جاتی رہی پس میرے بعد نبوت نہیں ہے بجز اس کے کہ بشارت والے خواب رہ گئے ہیں۔" (رواہ الطبرانی والبزار عن حذیفہ بن اسید غفاری مجمع الزوائد ص ۱۷۳ ج ۷)

(۱۷) "پس میں (قصر نبوت میں) اینٹ کی جگہ ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔" (مسلم ص ۲۴۸ ج ۲ عن ابو ہریرہؓ)

(۱۸) "اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی دوسری امت نہیں' یعنی میں آخر الانبیا اور تم آخر الامم ہو۔" (مجمع الزوائد ص ۲۶۳ ج ۸)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
شاپ نمبر N-91 صرافہ بازار' میٹھادر' کراچی

محمد صدیق عاصی

مساجد کے فضائل وآداب

لغت کے لحاظ سے مسجد سجدہ کرنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے مگر اصطلاحاً ہر ایسی جگہ کو یہ نام دیا جاسکتا ہے۔ جو باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مخصوص کردی گئی ہو بلکہ مسلمان کے لئے تو ہر پاکیزہ جگہ مسجد ہے کیونکہ جہاں ہمارے آقا حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور چیزوں کی بناء پر دوسرے انبیاء کرام پر فضیلت حاصل ہے وہاں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔

مگر تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام کے اندر مساجد کا رتبہ صرف عبادت گاہوں تک ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تو شعار ملی ہیں۔ مگر آج کل ان کی اہمیت کو فراموش کیا جاچکا ہے۔ یہ نہ بھولیے کہ مساجد مسلمانان عالم کی اجتماعی زندگی کی سرگرمیوں کا مراکز رہی ہیں۔ کوئی وقت تھا جب تہذیبی' معاشرتی' تمدنی' سیاسی اور ملی جدوجہد کا مقام یہ اللہ کے گھر تھے اور تمام شعبوں سے متعلق امور انہیں مراکز میں طے کئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ خاص طور پر خدا کی عبادت' تعلیم دین ان کا مقصد اولی ہے۔ یہ تنظیم اور مساوات کا سبق دیتی ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

یہاں سے ہی احساس اخوت اور باہمی ہمدردی کا درس ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر قوم کا ایک نہ ایک شعار ہوتا ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے۔ جس کو قائم دیکھ کر اس کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے تو مساجد اسلامی شعار ہیں۔ کیونکہ جب اس میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے تو وہ علی الاعلان خدا کی بزرگی کا پتہ دیتی ہے۔ مسجد کو دیکھ کر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں مسلمان آباد ہیں۔

علاوہ ازیں مساجد میں ''منبر ومحراب'' مسلمانوں کے لئے ایک محوری حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک مدت تک ملت اسلامیہ کی ہر تحریک کا آغاز یہیں سے ہوتا رہا ہے۔ مسلمان کو جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ فوراً اللہ کے گھر میں پناہ ڈھونڈتا۔ بسا اوقات جب مجاہدین اسلام کفار سے برسرپیکار ہوتے تو مساجد کے صحن ان کے لئے دعائیں مانگنے والوں سے بھر جاتے۔ کیوں نہ بھر جائیں آخر مسلمان کا آخری سہارا ان گھروں کا مالک ہے۔ ان گھروں سے انسان کو ہر وہ چیز ملتی ہے جس کی وہ تمنا کرے اور ان گھروں کے مالک سے مانگنے والا ایک نہ ایک دن اپنے گوہر مقصود کو پا ہی لیتا ہے۔

مساجد کے ضمن میں ایک بات یاد آگئی۔ کچھ عرصہ ہوا۔ لاہور کی کسی لیڈی صاحبہ نے فرمایا تھا کہ ہمارے ملک کی ترقی کے درمیان یہ مساجد حائل ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ لیکن اس کو پتہ نہیں کہ خداوند تعالیٰ جب کبھی اپنے بندوں کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے عالم دنیا پر قہر کی نظر کرتا ہے۔ تو چونکہ ہر جگہ دنیا میں مساجد کے مینار دوسری عمارات سے بلند ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر اسے رحم آجاتا ہے اور اس کی قہاری پھر رحیمی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک وقت گزرا ہے کہ عیسائیوں کے ایک وفد نے دمشق کی جامع مسجد کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ عروج وقتی ہے۔ مگر اس مسجد کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ایک زندہ قوم ہے اور اسے زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔

فضائل:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کے گھر وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ''بے شک مساجد اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم (ان سے) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

ایک اور جگہ یوں فرمایا ہے ''اور مسجدیں ہیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے مسجد بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تیار فرماتا ہے اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جن سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جبکہ اس دن کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ آدمی ہوگا جس

کا مسجد سے اس قدر قلبی لگاؤ ہے کہ جب وہ ایک نماز پڑھ کر نکلتا ہے تو دوسری نماز کے وقت تک اس کا دل بے قرار رہتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''مجھ پر میری امت کی جو نیکیاں پیش کی گئیں۔ ان میں مساجد سے کوڑا کرکٹ اور مٹی وغیرہ نکالنا بھی شامل ہے اور فرمایا اکیلا گھر میں نماز پڑھنے سے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے میں ستائیس درجہ ثواب زیادہ ہے۔ اس لئے کہ جب آدمی نماز کے لئے گھر سے وضو کر کے مسجد کو جاتا ہے تو ہر قدم کے بدلے ایک گناہ معاف اور ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب تک نماز کی جگہ بیٹھا رہے تو نمازی ہی میں شمار ہوگا۔ بشرطیکہ بے وضو نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ دے اور جامع مسجد میں جانے کا ثواب اور بھی کئی گنا زیادہ ہوگا۔ مسجد الحرام میں ایک لاکھ نمازوں کا اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین میں سب سے افضل جگہیں مساجد ہیں اور سب سے بری جگہیں بازار۔'' اور فرمایا مساجد جنت کے باغ ہیں اور ان کے پھل سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ہیں۔'' فرمایا۔ ''مساجد کی تعمیر اور صفائی ایمان کی علامت ہے۔''

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں۔ ایمان کی منڈیاں ہیں مساجد' دکاندار ہے عالم ربانی' دکان ہے اس کا سینہ' پونجی ہے ایمان' مال ہے قال اللہ وقال الرسول۔ اگر مسلمان ایمان کی پونجی لے کر کسی عالم ربانی سے قرآن مجید اور احادیث سنے گا تو پھر انشاء اللہ ہدایت ہو جائے گی۔ (ملفوظات طیبات ص ۱۴۰)

باقی صفحہ ۲۶ پر

ذوالنورین

عبدالرزاق شاکر درآئی

حضرت عثمان ذوالنورینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز داماد اور تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ آپؓ بڑے ملنسار اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ آپؓ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ کثرت تلاوت آپ کا خاص شعار تھا۔

ایک مرتبہ آپؓ کی تجارت کا غلہ جو ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا' ملک شام سے مدینہ پہنچا' ان دنوں مدینہ کے لوگوں کو غلے کی بہت شدید ضرورت تھی۔ منڈی کے دوسرے تاجروں کو جب پتہ چلا کہ یہ غلہ حضرت عثمانؓ کا ہے تو وہ آپؓ کے پاس آئے اور آپ سے اچھے خاصے منافع پر یہ غلہ خریدنے کی بات کی۔ آپؓ نے تاجروں کی باتیں سن کر فرمایا کہ یہ منافع بہت کم ہے مجھے اس سے زیادہ منافع کی ضرورت ہے۔ تاجروں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے ذرا سا منافع اور بڑھا دیا مگر حضرت عثمانؓ راضی نہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ نہیں مجھے ایک اور خریدار اس سے بھی زیادہ منافع دے رہا ہے' وہ تاجر حضرت عثمانؓ کی یہ بات سن کر بڑے حیران ہوئے کہ کون سا ایسا خریدار ہے جو ہم سے زیادہ منافع دے رہا ہے؟ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ہمیں تعجب ہے کہ ہم سے بھی زیادہ آپ کو کوئی منافع دے گا؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ حیران ہونے کی بات نہیں تاجرو! گواہ رہو میں نے یہ سب غلہ اللہ کی راہ میں دے دیا یہ کہہ کر آپؓ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ تمام غلہ خدا کے نام پر غریب اور نادار لوگوں میں تقسیم کر دو' مجھے اللہ سے زیادہ منافع اور کوئی نہیں دے سکتا۔

۱۸/ ذی الحجہ بروز جمعہ' عصر و مغرب کے درمیان مدینہ منورہ میں چالیس دن تک شدید محاصرے میں گھرے رہنے اور سات دن تک بھوکے پیاسے رہنے کے بعد لوہے کی سلاخ اور تلوار کی شدید اور پیہم ضربات سے آپؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت آپؓ تلاوت قرآن پاک فرما رہے تھے۔ آپؓ کے مقدس خون کے چھینٹے آج تک اس قرآن پاک پر محفوظ ہیں' جس پر آپؓ اس وقت تلاوت فرما رہے تھے۔

قاری عبدالحفیظ کا سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے ناظم اعلیٰ اور قاری خلیل احمد صاحب کے برادر اکبر قاری عبدالحفیظ گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم شیخ القرا قاری عبدالمالک کے شاگرد تھے۔ قرآن پاک کی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے کچھ عرصہ راولپنڈی میں قرآن پاک کی تعلیم دی پھر سکھر تشریف لائے اور اپنے والد محترم قاری رحیم بخش کی وفات کے بعد سے مدینہ مسجد کپڑا مارکیٹ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے' اس کے ساتھ ساتھ نواں گوٹھ سکھر کے مدرسہ میں تیس سال تک قرآن پاک کی تعلیم بلا معاوضہ دی اور قرآن پاک کے سینکڑوں حفاظ و قاری بنائے۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی خوبیوں سے نوازا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر کام میں پیش پیش رہتے تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ نواں گوٹھ سکھر میں مرحوم کے برادر اصغر قاری خلیل احمد نے پڑھائی' جس میں مولانا اسعد تھانوی' مولانا محمد مراد' آغا سید محمد شاہ' مولانا عبدالمجید' مولانا محمد حسین ناصر اور دیگر مذہبی و سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور مولانا بشیر احمد نے سکھر میں قاری خلیل احمد اور مرحوم کے صاحبزادوں سے دلی تعزیت کی اور مرحوم کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ماں کا حق

کمال الدین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں' پھر آپ سے پوچھا اس کے بعد' آپ ؐ نے فرمایا تیری ماں' تیسری مرتبہ پوچھا آپ ؐ نے فرمایا تیری ماں' اس کے بعد پوچھا تو آپ ؐ نے فرمایا تیرا باپ' پھر دوسرے رشتہ دار۔" (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف کی وجہ سے بعض علماؒ نے لکھا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ اس لئے کہ حضور ؐ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کا حق فرمایا اس کی وجہ علماؒ یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں زیادہ مشقتیں برداشت کرتی ہے اسی وجہ سے فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے البتہ اعزاز اور تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں جس کی قرابت جتنی قریب ہوگی اتنا ہی مقدم ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ: "اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتداء کرو' اس کے بعد باپ کے ساتھ' پھر بہن کے ساتھ' پھر بھائی کے ساتھ اور اپنے پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو بھی نہ بھولنا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: مجھے کوئی حکم دیں تاکہ تعمیل ارشاد کروں۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ احسان کرو' دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضور ؐ نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو۔ (در منثور)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں تو حق تعالیٰ شانہ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتا ہے اور جنت میں اس کو داخل کر دیتا ہے: ضعیف پر مہربانی' والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان۔ (مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

قرآن پاک میں صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک وقت مقرر ہے جس میں ایک ساعت کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی' اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماؒ نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کر لیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ دنوں میں کر گزرتا ہے اور بعض علماؒ نے درازی عمر سے اس کا ذکر خیر مراد لیا ہے کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر جاری رہتا ہے۔ بعض علماؒ نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا قول سچا اور ارشاد برحق ہے۔ اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو اس کا حاصل ہونا یقینی ہے اور اللہ پاک کی ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے اس کو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے وہ ہر چیز کا جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں' اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی مانع ہے۔

ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں: جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر لمبی ہوتی ہے' رشتہ دار اس سے محبت کرتے ہیں' رزق میں اس کے وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (کنز)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تین باتیں بالکل حق اور پاکی ہیں:

(۱) جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔

(۲) جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔

(۳) جو شخص بخشش اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ (در منثور)

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں بہت سی چیزیں قابل مدح ہیں:

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔

(۲) رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرتا ہے اور حضور ؐ کا پاک ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔

(۳) اس سے فرشتوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔

(۴) مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔

(۵) شیطان کو اس سے بڑا رنج اور غم ہوتا ہے۔

(۶) اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔

(۷) رزق میں برکت ہوتی ہے۔

☆☆............☆☆

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

وطن دوستی

اسلام وطن دوستی کا تو قائل ہے لیکن وطن پرستی کا قائل نہیں وہ ایسی حب الوطنی کا روادار ہے جو محدود ہو اور انسانیت دوستی کے ماتحت اور زیر اثر ہو اس محبت وطن کا روادار نہیں جس کا نتیجہ دوسرے وطنوں سے نفرت و دشمنی کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہو اس کے نزدیک حق و باطل اور خیر و شر کا معیار کسی خاص وطن و قوم کا محدود مفاد نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا وسیع مفاد ہے جس کا صحیح ترجمان وہ قانون الٰہی ہے جو قرآن مجید اور پیغمبر اسلام کے ذریعے دنیا کو دیا گیا ہے۔

حب وطنی کے متعلق اسلام کا جو رویہ ہے اس پر بحث کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ اس موضوع پر جب گفتگو ہوتی ہے تو اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ اس کی تائید میں فوراً ایک مزعومہ حدیث "حب الوطن من الایمان" پیش کر دیتے ہیں ناواقفیت کی بنا پر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمہ حدیث سمجھتے ہیں حالانکہ محدثین کرام کے نزدیک یہ کوئی صحیح حدیث نہیں بلکہ بعض کے نزدیک موضوع ہے یعنی کسی نے خود گھڑ کر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے علامہ صاغانی کی اس کے متعلق یہی تحقیق ہے بعض کے نزدیک یہ دراصل سلف میں سے کسی کا قول ہے جسے غلطی سے حدیث سمجھ لیا گیا ہے۔ علامہ سخاوی اور علامہ زرکشی نے اس کے بارے میں اپنی ناواقفیت اور عدم آگہی کا اظہار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث نبوی کے مستند مجموعوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور کسی نے اس کا با قاعدہ سند کے ساتھ روایت نہیں کیا بعض نے کہا ہے کہ پہلے تو یہ حدیث ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو اس میں لفظ "وطن" کی مراد متعین کرنے میں کئی احتمالات ہیں ہو سکتا ہے کہ وطن سے مراد مکہ مکرمہ یا جنت یا صوفیہ کے مذاق کے مطابق رجوع الی اللہ ہو جو دراصل حقیقی مبداء و معاد ہے کیونکہ وطن کے یہ تینوں معنے ایسے ہیں جن کی محبت جزو ایمان بن سکتی ہے بہر حال اس کو ایک حدیث کی حیثیت سے عام حب الوطنی کی تائید میں پیش کرنا علمائے حدیث کے نزدیک صحیح نہیں اور وطن پرستی کو جزو ایمان قرار دینے کے لئے بھی اس سے استدلال درست نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔

جہاں تک وطن کی محبت اور دوستی کا تعلق ہے

مولانا محمد طاسین

جزو ایمان ہونے یا نہ ہونے کی بحث سے الگ اسلام کے نزدیک یہ ایک صحیح جذبہ ہے۔ علامہ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں ملا علی قاریؒ نے الموضوعات الکبیر میں اس کی صحت پر قرآن و حدیث کے کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں جن میں ایک قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے:

ترجمہ: "ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے نکالے جا چکے ہیں۔" (البقرہ)

اس آیت میں وطن سے نکال دیئے جانے کو بھی دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے ایک وجہ جواز کے طور پر یہاں پیش کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لڑائی اسی چیز کے لئے کی جاتی ہے جو عزیز اور محبوب ہو لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک وطن سے دوستی اور محبت ایک اچھی چیز ہے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو اس سلسلہ میں ایک یہ آیت بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ:

ترجمہ: "سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے روکا ہے جو دین کی بنا پر تم سے لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور نکالنے میں دوسروں کی مدد کی۔" (ممتحنہ)

اس آیت میں بھی چونکہ وطن سے نکال دیئے جانے کو ترک موالات کا ایک مستقل سبب قرار دیا گیا لہٰذا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں وطن کی کس قدر اہمیت ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وطن دوستی ایک صحیح چیز ہے۔

ان آیات کے علاوہ محبت وطن کے صحیح اور پسندیدہ جذبہ ہونے کے متعلق اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جسے مفسرین قرآن مجید کی آیت "ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معاد" کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں تفسیر روح المعانی میں ہے:

"کئی راویوں سے مروی ہے کہ آیت مقام جحفہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے نکلے اور آپؐ کے دل میں مکہ کی طرف اشتیاق پیدا ہوا۔"

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں جحفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کے اندر اپنے پیدائشی وطن مکہ مکرمہ کی طرف کشش اور شدید اشتیاق کی کیفیت پیدا ہوئی اور وطن مالوف سے جدائی پر رنج ہوا تو اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے:

”جس اللہ نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور معاد کی طرف لوٹائے گا۔“

معاد سے مفسرین نے مذکورہ روایت کے پیش نظر مکہ معظمہ مراد لیا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا گیا کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ ضرور ایسے حالات پیدا فرمائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وطن مالوف مکہ مکرمہ کی طرف لوٹیں گے غرض کہ مذکورہ حدیث اور اس کی بنا پر کی گئی تفسیر سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے وطن سے انس و محبت ہونا ایک صحیح اور اچھی چیز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ چیز پیدا نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور رعایت نہ فرماتے۔

علامہ سخاوی وغیرہ نے اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بھی پیش کی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”زہری سے روایت ہے کہ حضرت اُصیل غفاری مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اب تک حجاب کا حکم نہیں اترا تھا لہٰذا حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا: مکہ کو کس حالت میں چھوڑ کر آ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ایسی حالت میں جبکہ اس کے درخت اور ترکاری کے پودے سرسبز ہو رہے تھے اور اس کے دروں کی کنکریاں چمک رہی تھیں اور گھاس کی کلیاں پھوٹ رہی تھیں اور سلم یعنی کیکر کے درخت پھیل رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُصیل بس کرو مجھے رنج نہ پہنچاؤ اور دلوں کو بے قرار نہ کرو۔“

اس حدیث کے آخری الفاظ سے یہ واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدائشی وطن مکہ سے ایک طرح کی الفت و محبت تھی اسی وجہ سے اس کے ذکر سے آپ کو ایسا رنج و قلق ہوتا تھا جیسا کہ کسی بچھڑے ہوئے محبوب کے ذکر سے ایک محب کو ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ وطن سے محبت کرنا ایک صحیح اور اچھی چیز ہے۔

علاوہ ازیں یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ایک انسان جس خطہ زمین اور جس علاقے اور وطن میں پیدا ہوتا نشوونما پاتا اور عمر کے مختلف مراحل طے کرتا ہے اس کی ہر ہر چیز سے اسے ایک طرح کا لگاؤ اور انس قائم ہو جاتا ہے وہ محض یہی نہیں کہ اس میں بسنے والے انسانوں ان کے طرز بود و باش ان کی مخصوص بولی اور طرز تکلم ان کی خاص غذا و خوراک ان کے لباس و پوشاک اور میل جول کے طور طریقوں اور تمام اوضاع واطوار سے خوش ہوتا ہے بلکہ اس کے جغرافیائی ماحول اور طبعی حالات اور خاص حیوانات اور پرندوں تک سے مانوس ہو جاتا ہے شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ دراصل ان تمام چیزوں کا اس کے تحفظ و بقا اور اس کے دماغی و جسمانی نشوونما میں بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر ضرور عمل دخل ہوتا ہے وہ اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں سے شعوری و غیر شعوری اور ارادی و غیر ارادی طور پر ضرور مستفید اور متمتع ہوتا ہے اور ان کے اثرات اس کے دل و دماغ اور ذہن و تحت الشعور پر گہرائی اور پختگی کے ساتھ قائم و وابستہ ہوتے ہیں لہٰذا یہ ایک بالکل فطری اور طبعی امر ہے کہ انسان کو اپنے تمدنی اور طبعی ماحول سے انس و محبت ہو اور وہ اس کی اصلاح و تعمیر اور خیر خواہی اور بھلائی کے لئے کوشش کرے۔

اسلام چونکہ ایک دین فطرت ہے وہ انسان کے فطری تقاضوں کو مٹاتا اور دباتا نہیں اور نہ ان کو نظر انداز کرتا ہے بلکہ ان کا تحفظ اور ان کی تسکین کے لئے صحیح حدود مقرر کرتا ہے تاکہ ان کے درمیان تصادم اور ٹکراؤ پیدا نہ ہو بنا بریں وہ حب الوطنی کے فطری جذبہ کی حمایت اور تائید کرتا اور اسے اپنے مخصوص رنگ میں رنگتا ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وطن اور اہل وطن کی ہمدردی اور خیر خواہی کو ضروری ٹھہراتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ اسلام ایک عالمگیر انسانی دین بھی ہے وہ اپنی تعلیمات میں کسی مخصوص وطن میں رہنے والے انسانوں ہی کی محدود مفاد کو مد نظر نہیں رکھتا بلکہ کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کے مفاد کو سامنے رکھتا اور سب کی بھلائی و بہتری چاہتا ہے وہ اس دنیا میں ایک ایسا عالمگیر انسانی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس کے ہر فرد کو دوسرے فرد کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی ہو اور ہر فرد دوسرے فرد کے ساتھ عدل و احسان کا برتاؤ کرے کیونکہ اس کے بغیر کسی فرد بشر کو اس دنیا میں وہ پائیدار اور مسلسل امن و اطمینان کی زندگی میسر نہیں آسکتی جس کی ہر انسان کے اندر فطری طور پر طلب و خواہش پائی جاتی ہے اور جس کے میسر آجانے کا نام ہی دراصل فرد کی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی ہے۔

اسلام وطن دوستی کے جذبہ اور اس کے

تقاضوں کو صرف اسی حد تک صحیح مانتا ہے جس حد تک کہ وہ اس کے مجوزہ عالمگیر انسانی معاشرے کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں بلکہ اس کے لئے ممدو معاون ثابت ہوں بالفاظ دیگر مطلب یہ کہ اسلام کے نزدیک وطنیت وقومیت کا وہ تصور بالکل غلط اور باطل ہے جو فرد سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے ہی وطن اور اپنی ہی قوم کے مفاد کو منتہائے نظر اور مطمح نگاہ بنائے اور اس کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں اور کوششیں وقف کردے ہر اس چیز کو خیر و نیکی سمجھے جو اس کے وطن اور اس کی قوم کے لئے مفید ہو اور ہر اس چیز کو شر اور بدی یقین کرے جو اس کے وطن اور قوم کے لئے مضر اور نقصان دہ ہو اور یہ کہ اس کا بلند ترین مقصد اپنے وطن اور اپنی قوم کی برتری اور فوقیت ساری دنیا پر قائم کرنا ہو کیونکہ وطنیت وقومیت کے اس تصور کی رو سے ہر وہ اقدام اور ہر وہ طرز عمل جائز و درست قرار پاتا ہے جس سے اس خاص وطن اور قوم کو فائدہ پہنچ سکتا ہو خواہ اس کے نتیجہ میں دوسرے اوطان واقوام کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے ظاہر ہے کہ اس منحوس تصور کے ہوتے ہوئے دنیا میں کبھی بھی پائیدار امن و اطمینان کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی اور اسلام چونکہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں پائیدار امن و سلامتی کی خوشگوار فضا پیدا ہو اور ہر انسان کی وہ تمام صلاحیتیں پوری طرح بروئے کار آئیں جو اس کو خلافت الٰہیہ کا مستحق ٹھہرانے کے لئے ضروری ہیں لہذا وہ وطنیت و قومیت کے مذکورہ تصور کو بالکل باطل و غلط قرار دیتا ہے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ جنگ و خونریزی انسانی صلاحیتوں کا ضیاع اور نوع انسانی کی تباہی و بربادی ہے جارحانہ وطن پرستی کا یہی تصور باطل ہے جس کو علامہ اقبال مرحوم نے تہذیب نو کا صنم اکبر اور اس کی پرستش کو بجا طور پر مذہب کا کفن قرار دیا ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

خلاصہ یہ کہ اسلام وطن دوستی کا تو قائل ہے لیکن وطن پرستی کا قائل نہیں وہ ایسی حب الوطنی کا روادار ہے جو محدود ہو اور انسانیت دوستی کے ماتحت اور زیر اثر ہو اس محبت وطن کا روادار نہیں جس کا نتیجہ دوسرے وطنوں سے نفرت و دشمنی کی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہو اس کے نزدیک حق و باطل اور خیر و شر کا معیار کسی خاص وطن و قوم کا محدود مفاد نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا وسیع مفاد ہے جس کا صحیح ترجمان وہ قانون الٰہی ہے جو قرآن مجید اور پیغمبر اسلامؐ کے ذریعے دنیا کو دیا گیا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ بدنصیبی سے آج ان ممالک میں قومیت و وطنیت کی ملعون و منحوس وبا پھیل رہی اور دن بدن زور پکڑ رہی ہے جو اسلام کے دعویدار اور علمبردار ہیں اور نہ صرف یہ کہ قیادت کی طرف سے اس کی کوئی روک تھام نہیں ہو رہی بلکہ حکومتی ذرائع سے اسے فروغ دیا جا رہا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم اسلامی معاشرہ وجود میں لانا چاہتے ہیں' اگر ہمارا یہ دعویٰ سچا ہے تو ہمیں فوراً اس غیر اسلامی تصور کو پھیلنے اور فروغ پانے سے روکنا چاہئے اس کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ نصاب تعلیم ابتداء سے انتہا تک ایسا ہو کہ اس کے پڑھنے سے محدود حب الوطنی اور قوم دوستی کے ساتھ عالمگیر انسان دوستی کا بھی جذبہ پیدا ہوتا کہ آگے چل کر عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل میں مدد مل سکے جو اسلام کا ایک عزیز نصب العین ہے۔

☆☆..................☆☆

بقیہ مساجد کے آداب

آداب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔ اور جب مسجد سے نکلے تو بایاں قدم باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئلک من فضلک ورحمتک اور فرمایا۔ جب تم مسجد میں داخل ہو جاؤ تو دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ۔ فرمایا مسجد میں برے شعر اور خرید و فروخت منع ہے۔ مسجد میں بدبودار چیز کھا کر نہ آؤ۔ مسجد میں قصاص لینا منع ہے۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس جگہ کو صاف کرو اور فرمایا مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنا منع ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ دنیاوی گفتگو مسجد میں کیا کریں گے۔ ایسے لوگوں کی عبادت قبول نہیں ہے۔ اس پر بھی کسی نے کہا ہے۔

کرے بات مسجد میں دنیا کی جو
عبادت قبول اس کی ہرگز نہ ہو

پیارے بچو! یہ مساجد تو ایک قسم کے دارالشفاء ہیں اور ہم سب روحانی مریض ہیں۔ آیئے ہم یہاں آ کر شفا حاصل کریں' اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہوں اور اپنی غلطیوں' کوتاہیوں اور فروگزاشتوں کا اعتراف کریں اور آئندہ کے لئے صدق دل سے عمل کی تیاری کریں۔

خدا ہم سب کو معاف فرمائے۔ آمین ثم آمین!

حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے فرمایا:

"ختم نبوت کی تحریک (کی ابتدا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کر کے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔"

منکر ختم نبوت کا حشر

قادیانیت پہ کر سکتا ہے وہی انتقاد

منتقل جاں میں ہے جس کی شعلہ زن جوش جہاد

جو رہا ہے عمر بھر زندانی زلفِ فرنگ

جس کو انگریزوں نے دی رہ رہ کے اس جذبے کی داد

جو رسول اللہؐ کے ناموس پر قرباں ہوا

نامرادی میں بھی جو ثابت ہوا بامُراد

جانتا ہے جو غلام احمد کی الماری کا بھید

پُرزے پُرزے کر دیا مرزا کا جس نے اجتہاد

جان سکتا ہے وہی مرزائیوں کی عاقبت

جس کے ہے پیشِ نظر حشرِ ثمود انجام عاد

منکر ختم نبوت کے مقدر میں ہے درج

ذلت وخواری ورسوائی الی یوم التناد

مولانا ظفر علی خانؒ

REGD. NO. SS-150

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پڑھیں تو ...

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟ کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟ اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عُمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے جس میں سیرت رسول آخر الزماںؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمدللہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، نائیجیریا، سعودی عرب، قطر، بنگلہ دیش آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے
اشتہارات دیجئے
مالی امداد فراہم کیجئے

ان شاء اللہ اس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے